

اُردو ادب کا تیسرا بڑا ازرمینہ مرثیہ

عالم دار کربلا

مُصَنَّف

فردوسی ہند حضرت فارغ علیہ الرحمۃ شاگرد میراں

مُرتَب

صفدر آہ

قیمت
۲۱/۲۵

کتابکدہ ممبئی

دوم
۱۹۴

تشر

ایک مشہور و معروف ادب نواز نے جو
اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے، اس مرثیہ کی طباعت
کے تمام مصارف مرحمت فرما کر اسے اردو ریسرچ
انسٹیٹوٹ بمبئی کو دیدیا ہے۔ اب اس ایڈیشن کی
ساری آمدنی اردو ریسرچ انسٹیٹوٹ بمبئی کو ملے گی۔
کتابکرہ موصوف کا بدل سپاس گزار ہے۔

ناشر

ہدایہ فرست مضامین

صفحہ	مقدمہ	صفحہ
۲۶	۱۔ تہنیت	۷
۵۰	۱۔ چہرہ	۱۸
۵۱	ب۔ سراپا	۲۰
	ج۔ کچھ اپنا حال	۲۳
	د۔ تفصیل مرفیہ	۲۵
	۲۔ جدال داخلہ	
۵۴	۱۔ حرم بلا میں امام حسین کا پہنچنا	۲۷
۶۰	ب۔ گرمی سے حالت حرم محترم اولہ	
	حضرت عباس کو منصب تقائی ملنا	۳۱
	ج۔ ب۔ دریا خیمے لگنے کی تیاریاں	۳۵
	د۔ فوج یزید کی آمد	۳۶
	۵۔ ابن نکاب کی ہرزہ سرائی	۳۹
	و۔ جواب جناب عباس	۴۰
	ز۔ ڈرامائی مکالمے	۴۶
۶۱	ح۔ جنگ	
	ط۔ اہل بیت کی حالت	
	ی۔ بنت علی جناب زینب کا جلا	
	ک۔ میدان میں جا کر امام حسین کا	
	لڑائی روکنا	
	ل۔ غازیوں کا خیمے میں آنا	
	م۔ شان خیمہ حسین اور چھٹی محرم	
	نک کی کیفیت	
	۳۔ جدال شب ہفتم	
	۱۔ عنوان	
	ب۔ شبنوں کے لئے فوج یزید کا بڑھنا	
	ج۔ میدان جنگ کی تیاری	
	د۔ حضرت عباس کا میدان جنگ میں	
	پہنچ کر عجیب و غریب طنزیہ رجز	
	۵۔ جنگ شبنوں	

کی گفتگو کے بہانے حضرت بن یکر ۱۳۵ صفحہ
 ک۔ حضرت عباس کا فوج شام میں پہنچاؤ
 جابل فوجیوں کی خوشی ۱۳۹
 ل۔ کچھ مفسدہ کی خیمہ حرم میں غلط خبر
 پہنچانا اور خیمے میں تہلکہ ۱۴۰
 م۔ عمر سعد کے خیمے میں حضرت عباس
 کی پیشوائی کی تیاریاں ۱۴۶
 ن۔ حضرت عباس کا آنا اور عمر سعد
 کا تعلق۔ ۱۴۷
 س۔ حضرت عباس کی تقریر ۱۵۰
 ع۔ حرکی تجویز اور عمر سعد کی گھبراہٹ ۱۵۲
 ف۔ خوشامدی فوج اور مکار سردار ۱۵۶
 ص۔ حر اور عمر سعد کی جھڑپ ۱۵۸
 ق۔ عمر سعد کی باگاہ میں ہنگامہ اور
 حضرت عباس کا آکر رُخ کو لیٹنا ۱۶۳
 س۔ حر کا امام حسین کی خدمت میں پہنچنا ۱۶۷
 ش۔ جنگ کی تیاری ۱۶۹
 ت۔ حر کی جنگ اور شہادت ۱۷۲
 ث۔ ناصران حسین کی جنگ ۱۷۸
 خ۔ شہادت انصار و اقربا کے بعد ۱۸۲
 ذ۔ فوج یزید کی نئی لگ اور حضرت عباس کو گنا ۱۸۴

د۔ فتح ۷۹
 ز۔ یلان فوج یزید کی ہرزہ سرائی ۸۰
 ح۔ ابن رکاب اور مفرد سپاہی جاگ
 کر آتے ہیں۔ ۸۱
 ط۔ دوسری جنگ کی تیاری ۸۲
 ی۔ جنگ نشان ۸۳
 ک۔ فتح اور حضرت عباس کو علم فوج حسینی ملنا ۹۸
 ل۔ جنگ خرات ۱۰۰
 م۔ پانی خیمے میں آنا اور فتح کی خوشی ۱۰۳
 ن۔ ہفتم حرم سے عاشور تک ۱۰۷
 م۔ تیسری جدال
 ا۔ عنوان ۱۱۰
 ب۔ صبح روز عاشور ۱۱۲
 ج۔ امام کا خیمے سے برآمد ہونا ۱۱۳
 د۔ حضرت عباس کا گنوں کھودنے کا وقت ۱۱۵
 ک۔ رخصت ۱۲۴
 و۔ سواری ۱۲۵
 ز۔ فوج یزید کا ہراس ۱۳۰
 ح۔ شمر کی ایک چال ۱۳۲
 ط۔ فوج حسینی کا میدان جنگ میں پہنچنا ۱۳۳
 ی۔ شمر کا امام حسین کے پاس آنا اور صلح

مقدمہ

فارغ کے مرثیوں کی مکمل جلد کو کتبہ فارغ بڑی سائز کے تقریباً ایک ہزار صفحوں پر ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی تھی اور اس سرعت سے فروخت ہوئی کہ انیس سو و دہائی کے نصفی مرثیوں کے علاوہ شاید ہی کسی مرثیہ گو کا کلام اتنی جلدی بکا ہو۔ اگر کو کتبہ فارغ کی اشاعت کسی بڑے تجارتی ادارے کے ہاتھ میں ہوتی تو اب تک اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہوتے۔ لیکن بد قسمتی سے اس کے ناشر تاجر نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی مقبول کتاب کا دوسرا ایڈیشن صرف اسلئے نہیں نکل سکا کہ اسکی ضخامت بہت زیادہ تھی۔ اسوقت کو کتبہ فارغ اتنی کیا ہو چکی ہے کہ اس کے چند بوسیدہ نسخے اصل قیمت سے پچیس گنی قیمت پر فروخت ہوئے ہیں۔

فارغ کی شاعری پر میری کتاب فردوسی ہند کی اشاعت کے بعد فارغ کے مرثیے مکرر چھاپنے کے شدید تقاضے ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے آجکل طباعت کی مشکلات کی وجہ سے اتنی بڑی کتاب کا چھاپنا آسان نہیں۔ اسی لئے میں نے یہ طے کیا ہے

بھی اٹھیں فردوسی کہا گیا ہے۔

”رفت فردوسی دوراں آہ آہ“

ایک نوجوان ادیب نے مجھ سے کہا کہ فردوسی ہند انیس کو کہنا چاہئے میں نے عرض کیا کہ انیس ہمارا قومی شاعر ہے اور فردوسی سے بہتر ہے۔ ہم انیس کو فردوسی ہند کیوں کہیں فردوسی کو انیس لہران کیوں نہ کہیں۔ پھر انیس اور فردوسی کے رنگ سخن میں کوئی چیز مشترک نہیں۔ انیس کی تلوار بھی ایسی کہ گلے لگانے کو جی چاہے۔

”غل تھا کہ لو دکھا کے لگاؤٹ پری چلی“

اور فردوسی کا معشوق بھی ایسا کہ انسان دہل جائے۔

”دوا برو کمان و دو گیسو کمتد“

مرثیے میں فاسخ کے پیدا کئے ہوئے موڑ میں ڈرامائی اجزائے زیادہ نمایاں ہیں۔ انہوں نے مرثیے میں ایکشن، کانفلکٹ، سسپنس اور کردارگی کو ابھارا۔ مرثیے کے پلاٹ میں قصہ کی پیداکی۔ رزم کی زبان میں ایک ڈرامائی گرج اور ملک لائے اور رزم کے واقعات کی تشریح اور تفصیل میں اضافہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ

(اس بحث کی تفصیل فردوسی ہند میں ملاحظہ ہو)

پیارے صاحب رشید نے مرثیے میں جو موڑ پیدا کیا وہ مرثیے کیلئے ارتقائی اقدام نہ تھا۔ رشید مزاجاً غزل گو شاعر تھے۔ وہ مرثیے کو انیس کے پیدا کئے ہوئے دشوار گزار ڈرامائی راستوں سے کھینچ کر غزل کے قریب لے آئے۔ ان کے مرثیے میں اپنا مخصوص انفرادی طرز تھا۔ بڑی شستہ میٹھی زبان، جست بندشیں، غزل کی چٹکیاں، کچھ ذکر ساقی، کچھ ذکر بہار، کہیں شباب کی یاد، کہیں پیری سے بیزاری۔ پھر قصیدے کی طرح گریز کر کے ممدوح پر آئے۔ کچھ بندر خست کے، چند

بندوں میں تلوار چمکی، اس کے بعد شہادت، کمال مجلس ہوا اور مرثیہ ختم ہو گیا۔
 انیس کے بعد فارغ اور رشید کے پیدا کئے ہوئے موڑ ادب مرثیہ میں سید
 اہم ہیں۔ فارغ نے مرثیہ کو دشوار سے دشوار تر بنایا۔ آٹھ آٹھ سو بند کے بھر پور
 ڈرامائی مرثیے کہے۔ داد لی اور اپنا لوہا منوا کر چلے گئے۔ ان کے بعد پھر کوئی فارغ
 نہیں آیا۔ لیکن رشید کی پہل روی خود اپنے ہمد میں سر اہی گئی اور ساتھ ہی اسی سے
 مرثیہ گوئی کے دوسرے دور کا آغاز ہوا۔ جو پوری نصف صدی تک چلتا رہا۔ رشید
 کے بعد کے سارے مرثیہ گو انیس سے زیادہ رشید کے پیرو تھے۔
 جب مرثیے کے ڈرامائی اجزائیں انحطاط آیا تو اس کا اثر خواندگی کی اداکاری
 پر بھی پڑا اور اردو ثقافت کا پیدا کیا ہوا یہ فن اعلیٰ رفتہ رفتہ نقش و نگار طاق
 نسیاں ہو گیا۔ آج تو کسی کو یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ خواندگی کیا ہوتی تھی۔

۸۲۵ بند کے زیر نظر مرثیے کی صرف یہی خصوصیت نہیں کہ یہ اردو ادب
 کا سب سے بڑا رزمیہ مرثیہ ہے۔ اس مرثیے میں فارغ نے رزم کی ڈرامائی گرج
 اور پرواز خیال کی حیرت ناک معجزہ نمائی کے ساتھ ایک ایسی تکنیک بھی دی ہے۔
 جو دوسرے مرثیہ نگاروں کے علاوہ خود فارغ کے مرثیوں سے کسی حد تک الگ ہے
 اس مرثیے میں فارغ کی فردوسیت نکھر کر بھرپور سامنے آ گئی ہے۔ مرثیے کے بنیادی
 کردار حضرت عباس کے جلال اور دہبے کی رعایت سے سارے مرثیے کے
 لہجے میں شاعر نے ایک مخصوص ہمہ گیر پیدا کیا ہے، جسے مرثیے کے ہر حصے میں بڑی
 خوبصورتی سے نباہا گیا ہے۔

فارغ نے اعلان کیا تھا کہ وہ اشجع انام حضرت عباس کی تین ڈایاں
 اس مرثیے میں نظم کریں گے۔ جدال داخلہ۔ جدال شبہ فہم اور جدال شہادت۔ جس

وقت فارغ نے جدال داخلہ نظم کر کے پڑھی تو سخن شناسوں کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ ذہن انسانی کے لئے اس سے آگے جانا محال ہے حالانکہ اس لڑائی میں حضرت عباس کی تلوار صرف کھینچی تھی۔ چلی نہ تھی۔ دوسری جدال یعنی جدال شب ہفتم فارغ نے یہ کہہ کر شروع کی کہ

”کھینچنے کا وہ بیاں تھا یہ چلنے کا حال ہے“

اس جدال میں تو بیچ بیچ قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔ یہہ جدال تین ٹکڑوں میں نظم ہوئی ہے۔ جنگ شجوں، جنگ نشان اور جنگ قرات۔ جنگ شجوں اور جنگ نشان میں جو ڈرامائی واقعات اور فن جنگ کی تشریحات بیان ہوئی ہیں ان کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ اس لڑائی کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب اس سے زیادہ اور کیا کہا جائے گا۔ لیکن تیسری لڑائی کے عنوان میں فارغ پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

”روشن ہے فرق صاف یہ دن ہے وہ رات تھی“

حکیم نہال حسین صاحب مرحوم مولف حال فارغ (مطبوعہ ۱۹۷۷ء) لکھتے ہیں :-

”مرحوم (فارغ) فرماتے تھے کہ جو اعلیٰ صبح کے مضامین اور نازک خیالیاں غور و خوض کے وقت میرے سامنے آ جاتی ہیں انہیں میں تیسری جدال کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔“

(صلحہ ۱۱، حال فارغ)

فارغ کے چھوٹے بھائی فروغ مرحوم نے بھی مجھ سے یہی واقعہ بیان کیا تھا۔ یہ جدال کیا ہوتی آج اس کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ ابھی مرثیہ اس جدال

تک نہیں پہنچا تھا کہ موت کے بے رحم ہاتھ نے فارغ کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا
 انہوں نے کہ اس ناگہانی موت سے مرثیہ ایک بیانیہ درجے پر رک گیا اور فارغ
 جس کلا نمکس کی تیاری کر رہے تھے وہ وہاں تک نہ جاسکے۔

جی تو چاہتا ہے کہ اس یادگار زمانہ مرثیہ کی ڈرامائی خصوصیتوں شاعرانہ
 خوبیوں اور فنی معجز نمایوں پر تفصیلی تبصرہ کروں۔ لیکن ۸۲۵ بند ہیں اگر اپنے
 مطالب اجمالاً بھی لکھے تو کتاب کے کئی سو صفحے بڑھ جائینگے۔ ظاہر ہے یہ امر آج
 کل کتاب پر ایک بوجھ ہو جائے گا۔

ایک بات اور عرض کر دوں۔ واقعات اور روایات کو فن تاریخ کے معیار
 اور علم رجال کے کانٹے پر جانچنے والوں کو عام طور پر ہر مرثیہ گو کے کلام میں اور
 خاص طور پر فارغ کے کلام میں سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ میں عرض کر چکا
 ہوں کہ مرثیہ ڈراما ہے اور تاریخی ڈرامے کے لئے تاریخی احسانے خود تاریخ سے
 زیادہ اہم ہیں۔ خشک اور سپاٹ تاریخی واقعات میں جب تک انسانی رنگ
 نہ بھرا جائے ڈرامے کی تخلیق ناممکن ہے فارغ نے اپنے طویل مرثیوں میں ڈرامائی
 ضرورت کے پیش نظر پلاسٹ اور قصصی پیدا کرنے کا ایک نیا اقدام کیا تھا
 انہوں نے ڈرامے کے کام کی کمزور سے کمزور تاریخی روایات کو اتنا بڑھا چڑھا کر
 بیان کیا ہے کہ ایک طرف سخن شناسی عش عش کر اٹھتی ہے تو دوسری طرف
 مورخ مزاجی منہ دیکھ کر رہ جاتی ہے۔

فن تاریخ اپنی جگہ پر ہے اور اس کی اہمیت تاریخ کے میدان میں ہے۔

لیکن ادب اور ڈرامے میں افسانے کی اہمیت تاریخ سے کم نہیں زیادہ ہے۔
 تاریخی افسانے کے لئے تاریخ کا ایک اشارہ کافی ہے۔ اس کے بعد کام فنکارانہ
 صلاحیت کا ہے۔ تاریخ ایک مفروضہ حقیقت ہوتی ہے جو مفروضات اور دلائل
 کے بدلنے سے خود بھی بدل جاتی ہے۔ لیکن افسانہ ایک محسوسہ حقیقت ہے جو
 ہمیشہ حقیقت رہتی ہے۔ تاریخ مورخین کا اندازہ ہے اور افسانہ فنکار کا نفسیاتی
 اور روحانی تجربہ ہے۔ مرثیہ تاریخ نہیں تاریخی پس منظر پر فنکار کی بنائی
 ہوئی انتہائی دلکش تصویر ہے۔

صفدر آہ

۱۲۸ والکیشور روڈ

مالا بارہل بمبئی ۲۰

مورخہ

۵ اکتوبر ۱۹۶۰ء

کردار

حضرت عباس :

آپ اس مہینے کے بنیادی کردار ہیں
 آپ کی کرداری خصوصیت یہ ہے :-
 آپ عمارتِ فوج حسینی ہیں۔ سب سے نرم ہیں
 جلال و شجاعت میں وحید عصر ہیں امام
 حسین کے عاشق ہیں۔ دخترِ امام حسین
 جناب سکینہ جن کی عقیقہ سال کی ہے
 آپ سے بیحد مانوس ہیں۔ حضرت علی
 کے فرزند اور بہن شکل علی ہیں۔ افسانہ قیام
 ہیں۔ نر فرات پر شہید ہوئے اور وہیں
 آپ کا مزار بنا۔

امام حسین :

امام وقت۔ امتِ محمدیہ کو بخشوانے
 کیلئے شہید ہوئے۔ رسول کے نواسے۔
 صابر و شاکر۔ مگر شجاعتِ حیدری کا وارث
 جناب علی اکبر
 امام حسین کے نوجوان صاحبِ زادے بہا
 جو شہید۔ بہن شکل بنی۔
 خون و محمد
 جناب زینب کے دو کس فرزند
 جعفر و عمار کے پوتے۔
 علی کے نواسے

حضرت خمر

فوج یزید کے ایک بہادر سردار جو امام
حسین کے ناصر ہو کر شہید ہوئے۔
حضرت حبیب ابن مظاهر
بوڑھے مجاہد۔ امام حسین کے بچپن کے رفیق
(دیگر اقرباء النساء حسین)

حضرت زہیب

امام حسین کی ہمیشہ بہت علی وفاظمہ
زوجہ جناب عباس
مطہ حرم و مومنہ کامل
جناب فضہ
جناب فاطمہ کی بوڑھی کینز
جناب شہر بانو
زوجہ امام حسین
جناب مکینہ

امام حسین کی تین سال کی دختر حضرت
عباس جس سے بیجا مانوس ہیں۔
(دیگر اطفال)

ابن رکاب

یزید کی فوج کا سردار۔ جو دوسری موم
کو ہر روکنے کے لیے آیا تھا۔ منہ کاٹا۔
مکار

عمر ابن سعد

فوج یزید کا کمانڈر۔ چرب زبان۔
بذل۔ مکار۔ کینہ۔

شمر

قاتل امام حسین۔ فوج یزید کا افسر
فتن۔ شریہ اور کینہ۔

مطلع

شوکت نمائے فوج سخن ہے عالم مرا

مہمیت

پہرہ

شوکت نمائے فوج سخن ہے علم مرا سیار دشت نظم بیاں ہے قلم مرا
 کیا بحر پُر خطر ہے یہ بحرِ رستم مرا غواص ہو کے کھاتا ہے غوطے قلم مرا
 پایاں نہیں عمق کا سیاہی میں راہ ہے
 پردہ پھٹا ہوا ہے کہ پانی سیاہ ہے
 ہوتا ہے فوج نظم میں رایت علم مرا دیتا نشان فتح ہے دل دمدم مرا
 مقامے جوئے فکر ہے ابر رقم مرا ہے تشنہ زلال معانی قلم مرا
 کیسی زبان خشک تھی تراک فری ہوئی
 خالی ہوئیں دوات سے شکیں بھری ہوئی
 لو آمد قشون سخن سے نگاہ میں تانا بندھا ہوا ہے مضامین کا راہ میں
 قرنا صریح کلاسنے پھونکی سیاہ میں بیتوں کے جم ہے ہنر کے رزم گاہ میں
 ہر سطر بڑھتی جاتی ہے دریا کی موج سے
 رایت قلم کا دو قدم آگے ہے فوج سے

اس بحر میں سخن کی لطافت کا یہ بیاں گویا ہے سلسبیل سے دھوئی ہوئی زباں
 پانی سے ہیں بیابی دست و قلم رواں لہریں ہیں حوض صفحہ پر سطر کے سب نشان
 ساحل آیت حاشیہ نم حسن صفائی کا
 جدول زمرہ دی ہے کہ سبزہ ترائی کا
 کیا سرخ و ہوں رحمت آل رسول سے سرسبزیاں ملی ہیں شرف کے حصول سے
 بخشا علی نے اوج یہ حسن قبول سے اعلیٰ ہر ایک لفظ ہے طوبی کے پھول سے
 نیچا علم سے فکر کے، سر آسماں کا ہے جو مصرعہ بلند ہے پرچم نشان کا ہے
 دل بے نہال، طبع عدیم المثال سے کم ہے یہ بارغ کیا چمن لازوال سے
 ثمرے ریاضتوں کے ملنے دو الجلال سے طوبی کی شاخ کھینچ لی دست خیال سے
 ہاتھ آئے کب جہاں میں کسی سبز نخت کے مضمون ہیں یہ مخر بہت اپنے ذہن کے
 پیرہ ہے مرنے کا تو مائے ہیں بند ابھی رنگ سخن بڑھیکا دو چند و رحمت دیا بھی
 دیکھو نہ زور دست خیال بلند ابھی ممکن نہیں کھلے دل صفت پسند ابھی
 موقع ہے صیدا ہوئے معنی میں دیر کا پنجہ فقط شرکار پہ کھلتا ہے شیر کا
 مہتیدے سمجھ تو گئے ہونگے خاص و عام کس کے بیان حال کا ہوتا ہے اہتمام
 نصرت ہر جگہ بہ کنایہ ہوئی تمام صورت وہ اب ہو جس سے کھلے خود نشان تمام
 جمع علم نے نظر آئیں سیاہ میں
 پھر جگے مرتضیٰ کا سراپا نگاہ میں

سرایا

قرآن شان شوکت اجلال و رب داب دامن علم کا رحمت معبود کا سحاب
پنجرہ وہ جس کے ترکے سے چھپ کر لہجہ عجب خورشید دن کا چاند، قرشب کا آفتاب

یہ گرمی جلال یہ موسم شباب کا

ہے سر پہ دو پہ کو متقام آفتاب کا

پڑھتا ہوں پہلے وصف جبین جناب کا دیکھو کھلا ہے صفحہ اول کتاب کا

ایما ہے ابروؤں کو یہ اس برق تاب کا اٹھو اب انگلیوں سے ورق آفتاب کا

روشن دلوں کو بات بدیہی پسند ہے

اجزائے رخ میں سب جہیں سر بلند ہے

آنکھوں کو دیکھو عین عنایت کی ہے نظر ابرو سے بائے بزل کا ایما ہے سرسبز

بینی الف تو ہے الف الفت کا ہے مگر دندان کھلیں تو سین سعادت کی دیں خبر

صنعت یہ کلک کا تب قدرت کا کام ہے

چہرے پہ لکھ دیا ہے کہ عباس نام ہے

لطف اب یہ ہے کہ نام کی صورت ہے لقب وہ رخ ہے جس کی ضو سے ماند ضیا طلب

ٹھنڈا چراغ مہر ہے، داعی ہے نہ بھی سب ہاں کچھ چمک مک ہے یہ یہ چاندنی ہے کب

جاوے اس کے پر تو خورشید ماند ہے

روشن ہے تو مہر بنی ہاشم یہ چاند ہے

ہے یہ گلا کہ آئینہ حسن بے مثال اتر ہے جام نور میں خورشید لازوال
 لگ رگیں انکی قوتِ ضرغام ذوالجلال سلمان فارسی کا تو روشن ہے سب حال
 کھایا لکھا پنجہ حکم علی میں جو دیر کی
 گردن ابھی تلک نہیں پھرتی ہے شیر کی
 دریا نوال دست کشادہ سخی کے ہیں ہاتھ اس طرح کے ہاتھ بھی آئے کسی کے ہیں
 دستِ خدا کے ہاتھ یہ ہاتھ اسٹی کے ہیں بازو دہ بدینہٴ عسلم بنی کے ہیں
 ہانڈھے انگوٹھے دیو کے زورِ بشر ہے کیا
 خیمبر کا درالت دیا کوٹنے کا در ہے کیا
 ہاتھ ان کے ہونگے کب دم نصرت میں بند مشکل کشا ہوئے ہیں کسی جد و کد میں بند
 رستے ضلال کے مچے بدرواح میں بند سینے میں دل کہہ رہے ہیں اسد میں بند
 لڑکے بھی یاں کے پلتے ہیں شیروں کے کھیل کے
 اٹا پھرا دیں چمچ کو چھاتی سے ریل کے
 کیا منہ کرے جو صدر کی مدحت بیاں کوئی کب سے کلیدِ قفلِ خزینہٴ زباں کوئی
 صنعت کا باب بند ہے کیا دے نشان کوئی ایسا نہ پڑ جگر ہے نہ پر دل جواں کوئی
 پہلو میں سب جگر ہی جگر ہے دلیر کے
 ہے دل ہی دل بھرا ہوا سینے میں شیر کے
 جس کا یہ دل بگر ہو پھر اس کا کہاں نظیر جرأت کا کا لبد ہے شجاعت کا ہے خیر
 آٹے زمیں کہ پھٹ کے گرے آسمان پیر کچھ ان کو دوسو سو ہو نہ ہنگام دار و گیر
 پہلو تہی سے ان کا جگر آشنا نہیں
 سینے میں دل بھرا ہے کہ دھڑکے کی جانیں

لو سرے آب و صفت اب اتر آئے تاکر چمکے کے پیچ پڑ گئے کیونکر پڑے نظر
 عنقا ہے گر تو کیوں نہ کہو طائر ظفر کھلتی ہے تب یہ فتح کی کھل جائے جب خبر
 نازک جو اس کو سمجھے ہی عقل انکی مست ہے
 حکم ہے استوار ہے حست و درست ہے

یہ اور لبستان حسین کی کمر ہے اور حسن نگاہ اور ہے رعب نظر ہے اور
 خراور ہے سپاہ گری کا ہنر ہے اور کلک و ذوات اور ہے تیغ و سپر ہے اور
 ڈھیلا ہو سست ہو کوئی مغنوں اگر بندے
 بندش ہو چست بھی تو نہ ایسی کمر بندے

دونوں قدم یہ پائے ثبات و قرار ہیں یا ساق عرش قدرت پروردگار ہیں
 اس لام الف پہ کا تب ملت شار ہیں لاسیف انھیں کی شان میں ذوالفقار ہیں
 چل کر و غام میں کب سراعد اسکے نہیں
 حرفوں کی طرح اپنی جگہ سے ہٹے نہیں

مکن ہے منہ کے علی کا علم ہے دیکھ نہیں کہ سرور ریاض ارم ہے
 بت جائے قطب پر نہ یہ کیواں حشم ہے جم کر ہٹے قدم بھی جو نقش قدم ہے
 سر باز خاک بشت و غا چھوڑتے نہیں
 پامرد بے مٹے ہوئے جا چھوڑتے نہیں

ملہر کہ زیب فرق ہمایوں ہے تاج زر رخ پر ہلم ہے مقنع غور شید جلوہ گر
 بازو کہ جوشنوں میں ہیں دو ماہی ظفر دستانے جن میں پنجرہ شہ زور شیراز
 پھلتی ہے صنوبرن کی زرہ چست بریں
 تلوار داب میں ہے کہ بجلی کمر میں ہے

پاؤں پہیں چڑھے ہوئے ہونے جو آشکار
 جستی قدم سے بڑھ کے لپٹی ہے بار بار
 سائے سلاب جنگ بدن پر ہیں استوار
 لپٹے میں چپ گیا ہے سراپا وہ ذی قات
 ہیبت سے کانپتے ہیں حیات لڑتے
 روئیں تنوں کے بال میں تن پر کھڑے ہوئے
 بس اسے قلم کھڑے کہ سراپا ہوا تمام
 آنکھوں سے دیکھیں صورت عباس نیک نام
 مجلس کہو اسے کہ زیارت کا ہے مقام
 چاروں طرف بلند ہے آواز السلام
 حاجت طلب سب آئے ہیں نزدیک دور
 فارغ مراد مانگ لے تو بھی محنور
 یا ابن مرتضیٰ مری امداد کیجئے
 قید غم عذاب سے آزاد کیجئے
 لاندہ مرثیہ کو یہ ارشاد کیجئے
 فرما لے محنتوں پہ نظر صبر کیجئے
 پاؤں شرف قبول متابع کلام کا
 آقا ہیں آپ رد نہ ہو ہدیہ غلام کا

کچھ اپنا حال

اکثر سخن میں آئے ایسے بھی سو مقام
 کچھ چل سکا نہ زور طبیعت میں جن کام
 یاں تک ہوا میں عاجز و مجبور مستہام
 گھبرا کے ترک کر دیا مدحت کا انتظام
 فیض آپ ہی کا جب پئے ذہن و ذکا ہوا
 پھر ٹھیکے بہ چلا مرا دریا رکا ہوا

لگے وہ مرثیے مرے ہونگے جو پہنچ سکتا ہے جن کی نظم پاک بہ از چشمہ حیات
 منہ تھا مرا کہ میں انہیں کہتا بسی ذات کی ہے مدد امام نے ہنگام مشکلات
 عقدہ کھلا ہے دل کا بند ہے ہار کی طرح
 نکلا ہے جنتری سے سخن تار کی طرح
 اللہ ری عنایت سلطان انس و جان کس مرتبہ ہیں اپنے غلاموں مہرباں
 کیا ہے یہ پھر اگر نہیں امداد مت خواں دیو یاں آکے دیتے ہیں غنموں کے سونشاں
 جب سو گیا سخن کے کسی چہرے و تاب میں
 اکثر ہوا کہ بندہ کہ میں نے خواب میں
 تھا خواب ہی کہ مجھ کو زیارت ہوئی دوبارہ اول تو جبکہ شوق سخن تھا بہ زہر
 ایسا ہوا سنا ہمیں کچھ نظم آبدارہ مطلع پڑھا جو مدح میں جسے بافتخار
 گو یہ کہا کہ شہ نے کہ نظم نفیس ہے
 فرمایا ہنس کے یہ تو کلام انیس ہے
 بار دوم وہ مجھ کو تھا درد حصا دجیب اخراج و چاک کیلئے باقی تھی تھوڑی شب
 منظر تھا غوت جان سے عجب ال تھابت کیا دیکھتا ہوں خواب میں قربان نسل رب
 حاصل ہے اک خوشی دل ناشاد کے لئے
 پاس آئے ہیں حسین خود امداد کے لئے
 ایسا کہ مقام مرض پر کہ باہر آ بھائی نکل کے میرے جسد سے کوئی بلا
 حاضر تھا کہ ایک شیر کہائے وہ جا پڑا جاتے ہی اس کو مار کے پٹا تو کچھ نہ تھا
 دم بھر میں بن گئے مرے بگڑے جو کام تھے
 کھنکھنایاں آئیں کہ تھا کہ غائب امام تھے

حضرت بھی تو انہیں کے برادر ہیں فدا کیا ملتوی رہے گا یونہی دل کا مدعا
 لکھتا ہوں حال آپ کا یا ابن مرتضیٰ حسرت ہے کا رنامہ ہو مرتبہ مرا
 کب تک نہ کیجئے گا سفارش امام سے
 بڑھ جائے یہ کلام اُس اگلے کلام سے
 لو اپنے مدح خواں کی مدد کی جناب نے جودت دی طبع کو خلف بو تراب نے
 دکھلا دی راہ، خضر طریقت صواب نے روشن چراغ دل کو کیا آفتاب نے
 دیکھوں میان شب سے جو رگ ہو بال میں
 مائیں ہوئی ہیں دن مرے چشم خیال میں
 رنگ ریاض طرز بیاں اور ہو گیا نظم سخن میں لطف زباں اور ہو گیا
 عالم پہ زور طبع عیاں اور ہو گیا دیا جو بہ چلا تھا رواں اور ہو گیا
 تیزی بڑھی طبیعت عبد ذلیل کی
 باڑھ اور ہو گئی مری تیغ اسیل کی

تفصیل مرتبہ

حسرت نامے ابن ید اللہ محال ہے طاقت قلم کی ہے نہ زباں کی محال ہے
 تھرا رہا ہے ہر وہ زعمیہ جلال ہے سنئے رقم کچھ ان کی و فادوں کا حال ہے
 یہ تو نہ کہہ سکوں کن علی سے نہ ہو سکا
 جو ان سے ہو سکا وہ کسی سے نہ ہو سکا

تین ان سے معرکہ ہوئے مشہور و یادگار
ہیں جن کو لکھ گئے شعرا ہنر شعرا
جہاں سے ان کی بل گیا میدان کارزار
سب کا بیان ایک جگہ پر ہے شرح دار

ذکر ان کا ہے جہاں وہیں حصہ مرا بھی ہے
حصہ وہ ان کا تھا تو یہ حصہ مرا بھی ہے

فارغ وہ معرکہ یہ ہیں بل سمجھتے وقت
تبیق زمین کہ خوش تصویر جہاں سے ہم
وہ کرنا خیال میں جسکی خوشی ہو کم
ماہ غزاکہ وہ دوم و ہفتم و دہم

تھا غم پہ غم ملاں تھا فرط ملال پر
کیا گزری ان دنوں میں محمد کی آل پر

یہ دن وہ تھے کہ پو نہ کسی کو خدا دیکھئے
رستے رکے تھے رکب نہ کوئی یاد کو آئے
دنیا پھرے تو کون مسافر یہ چم کھائے
رونا تو یہ ہے ساتھ تھا بچوں کا ہائے ہائے

کوشش تھی سب کی تشنہ دہانی کیواسطے
عباس پیاسے ہوئے پانی کیواسطے

مانند رفتنی دم ہیلا لایہ شیر
دو بار پکارا لکھتے تھے لایہ شیر
کیا کیا نہ پیاس میں لب یا لایہ شیر
سب کچھ رقم کیلے کہ لایہ شیر

اس مرثیہ میں سب جہاں قتال ہے
ان تین دن کا تین جہاں میں حال ہے

لے ملے صورت امیر حملہ و رد کھا
دفتر پناہ ظلم کا زبرد کھا
بہرے ہوئے ہزیر کی چشم و نظر دکھا
ہر فرد پر کھینچی ہوئی تیغ دوسر دکھا

پھر دکھا علی دلی کے جلال کا
آفت کا معرکہ ہے یہ پہلی جدال کا

جدال داخلہ

کربلا میں امام حسین کا پہنچنا

جب کربلا میں آمد سلطان دیں ہوئی جنگل کی راہ جادہ خلد بریں ہوئی
 پیدا جو گردِ عسکرِ نصرتِ قریں ہوئی رُستے میں آسمانِ شروچہ زمین ہوئی
 منزل کا قرب چوٹِ دُکھوں پہ زور کی دوزخی خبر ہوا پہ نقیبوں کے شور کی
 آگے وہ سب جلوں سواری کے بادیا صبحے قدم قدم پر وہ ٹاپوں کی وُصدا
 بعدان کے مرکبوں پہ جو انانِ مہلقا وہ صورتیں کہ صلی علی آلِ مصطفیٰ
 خورشیدِ دیں کہ مہرِ فلکِ ذوالجناح پر سایہ کئے پروں کا ملکِ ذوالجناح پر
 فوجِ ملائکہ شہِ صفدر کے ساتھ ہے امدادِ غیبِ بداییمبر کے ساتھ ہے
 قیوں بھرا غبارِ جوشکر کے ساتھ ہے تارے لئے فلکِ مہرِ انور کے ساتھ ہے
 روشن ہے کہکشاں سی وُراہِ اُس نواح کی روشن ہے کہکشاں سی وُراہِ اُس نواح کی
 اک نور ہے کہ گردِ قدمِ ذوالجناح کی اک نور ہے کہ گردِ قدمِ ذوالجناح کی

جھڑٹ مُصاحبوں کا جو سرور کیا تھا ہے مجمع صحابیوں کا پیکر کے ساتھ ہے
 ایک ایک با خدا ہے جو شکر کے ساتھ ہے امت نبی کی شرفِ خشر کے ساتھ ہے
 قدسی اِدھر اُدھر ہیں شہِ مشرقین کے ہیں سب کے ساتھ دامنِ حق حسین کے
 کچھ فاصلے سے نو کے ناؤں کی اک قطار سب تحملِ فطاری و ہودج ہیں پردہ دار
 سرگرم اہتمامِ عزیزانِ ذی وقار وہ بند و بست ہے کہ ہوا کا تھیں گزار
 اعدا کی بدخستوں کے زلزلے قریب ہیں اغیار دور تر ہیں یگانے قریب ہیں
 بعد ان کے فنا ان اولوالعزم و ذی شہم آگے رواں کوئی کوئی پیچھے قدم قدم
 نگاہ و بارگاہ کے اتر بھی ہیں بہم سب کی نگاہ جانبِ مدیا ہے دمبدم
 خوش ہیں کہ یاں ہے آج کی منزلِ بدہوشی پیچھے ہیں اشراروں پہ قناتیں لدی ہوئی
 پہنچی مقام پہ جو سواری حضور کی نوبت بھی سلامی شاہِ غیور کی
 مشتاقِ تھلی جو مین قدم کے ظہور کی پاس آگئی سمت کے زمیں دور دور کی
 دامن بڑھا دیا تو گلِ مدعا ملے نزدیک تھا کہ اٹھ کے رکابوں سے جا ملے
 بتان کر بلا میں ہولے جلالِ چلی باغِ ارم سے نکلتے عینِ فشاں چلی
 لیکر جو گردِ نور رخِ ہوشِ چلی صحرا سے ضوا بھی طرفِ آساں چلی
 ساری کجیوںِ فکرِ مانہ ہو گئی پھیل شیبہ کہ سچ زمیں چاند ہو گئی

غل تھا کہ دورِ عدل اک یا بختِ اچلی خلقت جہاں کی جانب حاجتِ روا چلی
 فاشاک و خنہ رکے ایسی ہوا چلی صحراب ساری ہوئی بادِ صبا چلی
 پایا نزولِ رحمتِ رب غفور نے
 بھٹلا دی گردِ بارشِ بارانِ نور نے

اسبابِ تدریب تھے برابر لئے ہوئے رضواں تھا دہتلے گل تہ لئے ہوئے
 علمان و حورِ شربت کو تر لئے ہوئے ہاتھوں پہ مہر و ماہ کے ساغر لئے ہوئے

ہدیئے لئے ملکِ محمد پاک ذاتِ نکا
 تھا دستِ جبریل میں شفقِ نجات کا
 اتر افرس سے دوشِ محمد کا شہسوار راکب تھے جتنے ہو گئے پیدل سب ایک بار
 اٹلانے لے گئے فرسوں کو دفنا شعار اشر بٹھائے جانے لگے گھینچ کر مہار

ہر جاں نثارِ ظلّ الہی پہنچ گیا
 دریا کے پاس خمیہ شاہی پہنچ گیا
 لگے قریب شہِ رفقاء بے نام بھیجا درودِ آلِ نبی پس از سلام
 بولے جواب دے کے امامِ فلک مقام شکرِ خدا کے عمر سفر ہو چکی تمام

منزل بھی وہی جو معنیِ صفات ہے
 یہ نہر ہے کہ چشمہ آبِ حیات ہے

جائے نزولِ رحمتِ داوڑ ہے یہ زمیں ممدوح ہر نبی و پیمبر ہے یہ زمیں
 رتبے میں ہر زمیں سے فزول تر ہے یہ زمیں کیا قدر ہے بخت کی برابر ہے یہ زمیں
 تربت میں والِ سوال نہ یاں غمِ فساد کے
 موسیٰ ہیں یہ آئے تھے تعلیمِ آثار کے

گزرے ہیں جتنے اگلے بنی ہادی دماں آنکھوں سے اس زمیں پر آئے وہ تیرے دماں
 یہ خاک پاک ڈھ ہے کہ سجدے کئے یہاں سب کا یہیں ہوا ہے بلاؤں میں امتحاں
 ہے کر بلا، یہی ہے جگہ ہر سعیت کی
 معیار ہے محبت رب مجید کی
 جو یا اسی کے ہم بھی تھے آج آئے ہیں اھر انجام جو ہوا، اُس کی توجہ پہ ہے نظر
 ہر کام پر ہیں مادی محبت میں سو تھپڑ ہوتی ہے دیکھیں اپنی ہم کس طرح سے سر
 عاشق وہی ہے جو تیرے خیر گلو رکھے
 ہو وقت امتحاں تو خدا آبرو رکھے
 کیا با صفا ہے وسعت صحرا زہے فضا دریا جو متصل ہے تو کیا سرد ہے ہوا
 بولے وہ حق پسند یہ ہے لوٹنے کی جا ارض سوا دریا سے کہے تو ہے بجا
 آنکھیں خشک ہیں رنگ ہے کیا تیرہ زکا
 کچھ دل مزا اٹھاتا ہے یاں کی بہار کا
 گویا ہوئے جناب علمدار ارحم بند رستے میں ہے فلک سے بھی یہ سر زمین بلند
 انساں کا ذکر کیا یہ جگہ سب کو ہے پسند لوٹے ہوئے ہیں سبزہ نو خیز پر سمنند
 چھوڑا ہے گھر، تو اب اسی منزل کے ہیں
 جی چاہتا ہے چل کے ترائی میں سو رہیں
 کیا بھینی بھینی آتی ہے خود رو گلوں کی بو گویا ہے عطر بار ہوا سے کنارہ جو
 نہر ایسی جس پر چشمہ حواں کی آبرو ہوگی اسی کی خضر و سسکندر کو جستجو
 فرق اس قدر ہے بس کہ جو آیا ظہور میں
 ظلمت میں اُس کی جا ہے مقام سکا نور میں

گرمی کے دن ہیں اترے گا لشکر کنارِ نہر
ہوں گے ہیں غلاموں کے بستر کنارِ نہر
بہشتی ہوئی جگہ ہے برابر کنارِ نہر
بستی کوئی بے گی مقرر کنارِ نہر
دیکھئے آنکھ کھلتی ہے رونقِ شام کی
کیا جاگتی زمین ہے سوتلوں کے پاس کی
آئے ہیں پہلے یاں جو رسولانِ ذوالکرام
حضرت نبی کے طفیل سے بنائے سب کے کام
ہر امتحال ہے پہل ہوید ہیں اب امام
پر یہ دعا ضرور ہے یا ہادی انام
سرکٹ کے بھی یہ رخ سوئے شادام ہیں
ہم بھی ولائے آل میں ثابت قدم رہیں
لٹ جائیں گھر تباہ ہوں برباد ہوں عیال
آنکھوں کے دیکھیں مٹتے ہوئے سب عیال
تیغوں سے پڑے پڑے ہوں لاشے ہوں عیال
پھوٹے مگر نہ دامن سلطانِ خوش حال
مر کر بھی ابنِ شاہِ ولایت کے ساتھ ہوں
آنکھیں جو حشر میں بھی تو حقیر کے ساتھ ہوں

گرمی سے حالتِ حرم محرم اور جنابِ عباس کو تسکینی ملنا

یہ سن کے دل بھر آیا بہت بڑے کی دعا
آنی حرم کے ناقدین کی جانڈے یہ مسدا
اشترکہ ہیں پانی کے یہ کون سی تبا
گرمی سے جاں لبیب ہیں غیر ان مہرِ صفا
جلدی خبر کرو شبہ گردوں اس اس سے
سہمے بے غش آیا ہے سکیز کو پیاس سے

یہ سن کے بمقار ہوئے شاہ کجس رو بہ
سقتوں کو خادموں نے صد دی پکار کر
جب تک پہنچیں بسکہ قلع تھا زیادہ تر
خود مشکسے کے بڑھ گئے عباس نامو

تھا طرفہ اضطراب عجب اضطراب تھا

دوڑا جہاں سے جو وہ لئے طرفت اب تھا

تر کر دیا زمین سقتوں نے دور دور
پہنچے قریب محل زینب شہر غمور
فرمایا سب پہ رحم کرے خالق غفور
کیسی بہت میری راحت جاں مایہ سرور

غش ہے کہ ہوش کے بھی کچھ آثار پائے ہیں

لو جام آب کھرد کہ عباس لائے ہیں

عمو کا نام سن کے و چونکی تو دی صدا
جلدی اٹھاؤ مجھ کو کہ دھر ہیں مے چچا
پرستے میں گھٹ گئی ہوں باہر کی دھوا
کیوں میری پیاری کہہ کے بلاتے نہیں کیا
کڑھتی ہوں کب تک گلے سے لگائیں گے

پانی پیوں گی جب مجھے عمو پلائیں گے

عباس جام لیکے بڑھے خود بدرد و غم
فرمایا نو بیو ہمیں لائے ہیں جان غم
ہولیں پیا خیاں شہنشاہ باکرم
گودی میں لینگے بیارے بیٹی کو اپنی ہم
بچوں کو گرم دھوپ میں چلنا نہ چاہئے

پردے سے بی بیوں کو نکلنا نہ چاہئے

اب کچھ کہو نہ ہوتا ہے کڑے ہمارا دل
پیاری سکینہ جان ترا غم ہے جاں گسل
روئی تھیں راہ میں بھی کئی بار متصل
گودی میں لے سکے نہ بہت تم سے ہیں تحمل

کیا جانتے تھے ضد ہے یہ پانی کی واسطے

چیزیں ہم اب نگائیں گے جانی کی واسطے

روئے یہ کہہ کے فرط قلق سے ہی تباہ
تھا پیاس سے بڑا اور بھی بچوں کو اضطراب

خوش خوش پیا سکینہ نے لیکر وہ جام آب
تقسیم سب کو ہو گیا پانی بصد شتاب

حالت تھی غیر دعویٰ میں آل رسول کی

مرتبہ کے پھر ہری ہوئی کھیتی بتول کی

نزیب یہ رو کے شاہ سے بولیں حال زار
یہ دن وہ ہیں کہ پتے ہیں صحرا و کوہ سار

مانجائے بھائی جان بن آپ پر تشار
بچے ہیں پان پھول سے پروردہ کنار

اب حالت سفر نہیں گرمی کے ماہ میں

اصغر ہول ہے پلج مہینے کا راہ میں

آخر کہاں کا قصد ہے قربان ہو بہن
سب دشمنان آل پیمبر ہیں مرد و زن

کوٹنے کو جائے گا دغاواں کسے چلن
بد عہد حیلہ ساز بد اعمال راہزن

غربت زدوں پر راہ میں کیا کیا جھانہ کی

وہ اور وفا کریں گے علی سے وفائے کی

ہر چند رائے کیا مری لے متبلہ امام
ہو مصلحت تو کیجئے کچھ دن یہیں قیام

ہیں آپ امام کرتے ہیں حکم خدا سے کام
لیکن بہت ضرور ہے پانی کا انتظام

منصب یہ ہے، حوالہ احباب کیجئے

بھیا کسی کو مہتمم آج سے

خوش ہو خوش مزاج ہو شیریں بان ہو
عاشق تمام گھر کا ہو راحت رسان ہو

بچوں پر دل سے مثل پدر ہر باں ہو
وقت آپ سے اگر تو جری ہو جواں ہو

روکے سے رک سکے نہ کسی کے دلیر ہو

تلوار کا دھنی ہو بہادر ہو، شیر ہو

شکر بہن کی باتوں کو تا دیر روئے شاہ فرمایا دشمنوں نے نکالا وطن سے آہ
 گھر میں خدا کے بھی نہ مسافر کو دی پناہ منظور ہے انھیں کہ ہوں بچے مرے تباہ
 دنیا پھری ہوئی ہے نہ کب تک بکا کروں
 زینب تمھیں بتاؤ کہ ہر جاؤں کیا کروں
 قریہ ہے کون سا نہیں پہنچے جہاں عدد تاکے ہیں سب رُکے ہوئے شہروں کے چارو
 فوجوں کو ہر نواح میں ہے میری جستجو پائیں جہاں وہیں پہ بہائیں مرا لہو
 شاید ہیں لحد کا مقام اماں ملے
 غربت ہے دیکھوں منزل دل کہاں ملے
 عباس دیکھو کہتی ہیں کیا بنت بو تراب بہتر ہے تم سے کون پئے اسطعام آب
 بھائی خدا کی راہ میں سقائی ہے ثواب سچ ہے یہ گرمیاں یہ صغیروں کا اضطراب
 کچھ ہے کسی کو ہوش کوئی بے زبان ہے
 جانیں بچا لو ان کی کہ پانی میں جان ہے
 سنتے رہے بیان شہنشاہ سہ فرار اُت آت کبھی جو کی تو کبھی آہ جانگدانہ
 بوسے قدم کی سمت جھکا کر سہ نیاز خادم کی آبرو ہوئی اسے خسرو حجاز
 روتا ہوں سب کی تشنہ دہانی کے واسطے
 اپنا لہو بہاؤں گا پانی کے واسطے
 عزت ہے خدمتِ حرم پاک و محترم اب آبدار خانوں میں پانی نہ ہو گا کم
 حاضر ہوں جاں شاری کو جتنا کہ دم میں دم کیا جان آئے پھپ کے بھی گرفتہ دستم
 شب بخوں پرے تو تیغ سے دن کر دوں تاکو
 برے جو آگ بھی تو نہ چھوڑ دوں فرات کو

تشویش کس لئے ہے تردد یہ کیا ضرور حفظ از فساد تا بہ کجائے شبہ غیور
 بس اب کہیں نہ جائیگے آئیں وہ پر غور لاشوں کے پل بندھے کہ ادھر کھل گیا حضور
 ڈوبیں کہ ہر کے گھاٹ یہ فحشیں بڑھی ہوئی
 اُترتی کہاں یہ خون کی ندی چڑھی ہوئی
 جھوٹا یہ کہہ کے ہوت چاتا ہوا وہ شیر بھائی کے جوش غیظ پہ روئے شبہ دلیر
 فرمایا خیر ہم بھی ہیں اب زندگی سے سیر صابر کو جلدیاں نہیں لازم ہیں گو ہو دیر
 رہ جائیں جنتیں نہ جلال و عتاب میں
 بھیّا خدا بھی دیکھے ملت عذاب میں

لب دریا خیمے لگنے کی تیاریاں

آئے حضور شبہ کئی خدایم با وفا کی عرض مگر گاہ پہ جھک کر پس از ثنا
 نصرت قریب ہوئے عمر بڑھے روئے بلا برپا کہاں ہو بارگاہِ خسرو ہدا
 ساماں ہو واں جہاں پہ ہو مرضی امام کی
 اونٹوں پہ بار ابھی ہیں قناتیں خیمام کی
 شہر بولے دیکھ کر رخ عباس نیک نام اچھ جو مساحت ہو تو ریتی پہ ہو مقام
 کی عرض اس جوی نے کہ جو مرضی امام لیکن کوئی ترائی سے بہتر نہیں مفت نام
 جو یاکے قرب نہر ہر اک جاں ناس ہے
 فرمایا مشہ نے خیر نکھیں اختیار ہے

یہ سن کے خود چلا سوئے دریا وہ دیوتا
 فراسٹ و آب پاش کدھر ہیں ہوئی پکار
 پیچھے بڑھے تمام عزیز و رفیق و یار
 بھوکے فرش بیٹھے گئے شاہ نامدار
 کرسی وہاں بساڑ تہہ فرش ہو گئی
 رفعت ملی کہ اتنی زمین عرش ہو گئی
 پیچھے ادھر ملازم سرکار نہر پر
 بست و بند سب ہوئے ہموار نہر پر
 غل پر گیا آترے لگے یار نہر پر
 بیلیں بنیں زمین ہوئی گلزار نہر پر
 فراسٹ بڑھے آگے جائے خیم پر
 ایک ایک خٹے پہنچ گئی اپنے مقام پر

فوجِ مزید کی آمد

کاموں میں کارکن تھے ادھر ادھر ادھر رٹوں
 کوشش تھی اب بند ہو خیمہ کہ ناگہاں
 مثل اسد ٹہلتے تھے عباس تو جواں
 آندھی کے سامنے نمایاں ہوئے نشان
 خاک اڑنے لگی اپنی جان لگی کوہا کے
 نخل اُس طرف کے چھپ گئے گرد و غبار سے
 لشکر میں اک پکار ہوئی بستروں پہ آؤ
 آندھی اٹھی ہے خاک سے ارباب کی بچاؤ
 گھوڑوں پہ ڈال دہیں کدھر گرد پوشش لاؤ
 در ہے ہولتے زندگان زیرِ سب سے بچاؤ
 مانگو دعائیں دیکے اذانیں اسی جگہ
 گل کر دو آگ فوج میں گر ہو کسی جگہ

بولے ادھر یہ حضرت عباس خوشحال تم اپنے کام پر رہو حافظ بنی و الجلال
 اس سرزمین پہ پڑتے ہیں برپا خیم آل آندھی ہو کچھ ہو یاں ملک آئے یہ کیا مجال
 فتنہ میں آب و آتش عالم تمام ہے
 سب خاک بادِ مایع حکمِ امام ہے
 ہم بوترا یوں کو ہے کیا گرد کا خط بارانِ رحمت صمدی پر ہے یاں نظر
 کیوں خاکدانِ دہر میں مخلوق کا ہو ڈر جھونکے ہوا کے کیا ادھر آئے گئے ادھر
 تیں خاکسار منہ سے جو نامِ کریم کو
 آندھی تو کیا ہے روکنے میں بادِ عقیم کو
 ناگاہ آئی دور سے باجوئی کچھ صدمہ پیدا ہوئی سیارہی لشکر بھی جا بجا
 تھرایا بار فوج سے صحرا آئے کر بلا گھسی کا زلزلہ ہوا محسوس زیر پا
 ظلمت سیہ نشانوں کی آگے بڑھی ہوئی
 اک رات تھی کہ آتی تھی دن پر چڑھی ہوئی
 غل پڑ گیا یہ شام کے لشکر کے ہیں نشان ہاں فوج کر دو بھاڑ کئے ہاؤں کا آسمان
 نزدیک اپنے تیغ ز نو وقت امتحاں چل کر وہیں پٹ لو وہ آئے نہ پائے پا
 حضرت بھی کچھ کہیں گے نہ پھر شوڈ شہر کے بعد
 آقا کو معرکے کی خبر ہو ظفر کے بعد
 ہم ہیں غلام خاص جنابِ امیر کے آتے ہیں کب خیال میں غول اس بہیر کے
 ٹھہریں گے بھاگ بھاگ کے پلے نہ تیر کے جھٹے ہیں سے کر لو سپاہِ شہر کے
 بڑھ جاؤ اپنی اپنی طرف کا رزار کو
 ایک ایک دلیر کافی ہے دو دو ہزار کو

بڑھ کر پکائے حضرت عباس صفت شکن لے مر جا یہ جوش شجاعت کے ہیں سخن
تم کیوں بڑھو خود آتے ہیں نہ پر دہلین پہنچے ادھر سے شیر کہ بس ہو گئے ہرن

مردوں کے وار چلتے ہیں پامرد قوم پر

جاتے ہیں مرد بھی کبھی نامرد قوم پر

جرات اسی کو کہتے ہیں تھوڑوں پر چڑھ کے ایں بس منتظر ہیں ڈانٹ دے کوئی تو بھاگ جائیں
یاں تاک پہنچ لیں تب انھیں سیر عدم دکھائیں آنے نہ پائے یہ ہوا کر نہ جانے پائیں

اس طرح خاک میں صفِ اول ج ٹرے

پیچھے جو رہ گئے ہوں نہ ان کو خبر ملے

یہ ذکر تھا کہ بھر گیا میدان سیاہ سے صحرا تمام ہو گیا پہناں نگاہ سے
لغزے کے جو بڑھ کے شریوں نے راہ سے بھاگا لرز کے امن مقام پناہ سے

دوڑے فرس کہ آگئی آفت بہان پر

اڑ کر چلا زمین کا طبق آسمان پر

فریب وہ پہلوانوں کے اُٹے ہوئے بدن کہنے کو آدمی پر حقیقت میں اہرن
جاموس دم بیدہ کوئی، کوئی کر گدن ہمتن نہ جی سے تن میں ہمتن سا پیل تن

ترکیب وضع و صورت ہمت خیم ہمتی

برزخ ہمتی جس کی جو عجیب غریب ہمتی

ڈاڑھے و تابیہ ناف مچھیں کھڑی تمام آنکھیں کھود و زند تو پھرے سیاہ فام
کالا تھا ویدیوں کے بھی کالائے اہل شام مشکیں ہر اک سمند بھی بدین و بد لگام

منحوس و شوم افسر خانہ خراب بھی

تھا بد رکاب مرکب ابن رکاب بھی

ابن رکاب کی ہنرہ سرائی

بڑھ کر یہ نعرہ زن ہوا وہ افسر سپاہ
 گرمی میں ہنر پہ ہے اتنے کی رکب چاہ
 فوج آگئی اٹھاؤ یہ کس کی تباہ
 ہٹ جاؤ جلد تر کہ نہ ہو قافلہ تباہ
 لشکر ہے بس یہی شہ گردوں سریر کا
 کد نہ لوٹ لے کہیں فوج امیر کا
 گھوڑوں کی اس طرف جو اٹھ جائیگی غناں
 یہ عسکر کثیر کہاں یہ سپہ کہاں
 تم لوٹے ہم یہ ہاتھ سے دیا کا گھاٹ میں
 ایک ایک مشت خاک جو ڈالیں تو پاٹ میں
 لشکر ابھی یہ کیا ہے کہ آئے میں کچھ سوار
 تا شام و کو نہ ایک ہے ہر شہر و ہر دیار
 فوجوں سے ہیں بھرے ہوئے صحرا و کوہ سار
 آئیں سمٹ کے سب تو نہ گیتی اٹھائے بار
 ہو اس قدر رسد کی گرائی نہ مل سکے
 غلے کا ذکر کیا کہیں پانی نہ مل سکے
 ہم سے پہلے اسلئے آئے بعد شتاب
 کوثر ہے کچھ یہ نہر کہ مالک ہیں بو تراب
 دریا کو تم پہ روکے ہیں قطرہ نہ پاؤ آب
 پیلے مریں ڈوبے جھین بھیت بختاب
 پھر تم کو کیا کہ باد شہ مشرقین ہیں
 ہوئے اگر نبی کے نواسے حسن ہیں

بیکس کا ساتھ دینے میں سوچے ہو کیا مال ہو جائے گا خود اپنا بچانا تمہیں محال
 پھرے یہ سن کے ضیغِ ضرغامِ ذوالجلال نعرے کئے کہ کانپ گیا وادیِ قتال
 وہ کیا یہ رکنے سکتے تھے ساری خدائی سے
 انشی ہریر گونج کے نکلے ترائی سے
 بولے یہ سب کو روک کے عباسِ نیک نام قلم جاؤ کیا ضرور ہے اس درجہ اہتمام
 واجب ہے پردہ داروں کے خیموں کا انتظام ہے سامنے سے ان کا ہٹانا بھی کوئی کام
 مزدور ہیں سدا کے سپاہی یہ کب کے ہیں
 بھاگیں گے خود شک میں کہ وحشی عربکے ہیں
 فرما کے یہ غضب میں چڑھائی جو آستیں تھرا گیا نہیبِ جلالت سے دشتِ کیں
 غصہ میں صفت شکن کی ہوئی پرخشکن جبین ابنِ رکابِ دب کے ہٹارک گئے لعین
 بقضہ یہ ہاتھ رکھ کے بل ابرو یہ ڈال کے
 دیکھا اس نے صید کو آنکھیں نکال کے

جواب جنابِ عباس

جھپٹے پکڑ کے تیغ کو ہتوانس لی پیر دولشکروں کے پیچ میں آکر بہ کر وفر
 لکارے یوں کہ کون ہے تو اوزیوں پیر بڑھنا ہے گر تو بڑھ نہیں آپ کے ہم ادھر
 لازم ہے مرد کو جو کے منہ سے کرہٹے
 بس اددہ ہے قدم نہ ادھر ہے ادھر تھے

جاتی ہے آبرو نہیں تلوار کو سنبھال اب منہ پر اڑ رہا ہے دھواں کو اٹھا دل
ساحل تک آئے فوج یہ کیا جان کیا مجال کر دیں زمیں پہ خون کا چھللا دم جہاں

رسی دماز بھی ہو تو سب بل نکال دیں

بھاگ رہیں جو گرے اُسے دریا میں ڈال دیں

اوضال اُو ذلیل تری آبرو ہے کیا "خیمہ اٹھا لو نہر سے" یہ گفتگو ہے کیا
آئیگی جو وہ کیا ہے یہ فوج عدو ہے کیا کیا بھوکتا ہے ادسگ ناپاک تو ہے کیا

مرد کے جو بڑھ کے خیمہ شاہ دلیر کو

گردن پکڑ کے سامنے دوڑا دیں شیر کو

آگے ہمارے خیرہ سہری جلد سر جھکا تکتا ہے ساتھ والوں کو گردن ادھر جھکا

نامرد منہ چھپاے گا نیچے سر جھکا یہ آنکھ ہے علی ولی کی نظر جھکا

تقصیم ہیں جاں تار امام دلیر کے

دیدوں گی خیر ماتنگ یہ ناخن ہیں شیر کے

ہونگے خیام آں سمیہ ترائی میں رات ہے ہیں خیر بیشہ حید ترائی میں

آنا ہے پہل آئے تو لشکر ترائی میں پل باندھ دیں سروں کے سر ترائی میں

آب رھاں کو تیغ سے ٹھہرا دیں شے کے

دیوار کر دیں نہر کو لاشوں سے پاشے کے

رہزن ہیں جمع فرقہ بے نام و ننگ کیا جانتیں یہ لوگ ساکھ سے لڑنے کا ڈھنگ کیا

ان کی سنان نیزہ و تیر و تفنگ کیا لڑکوں کا کھیل سہ ہے یہ آلات جنگ کیا

بچے بھی یاں کے غول میں ایسی بہر کے

میتوں کو رکھیں توڑ کے ڈھالوں کو چیر کے

ڈالیکا کیا کوئی سر میداں و غا کی طرح
بھائے گا ایک حملہ میں لشکر ہوا کی طرح
بھپٹیں جو تیغ اٹھا کے شہ لافنا کی طرح
دھنسن جائیں دل میں غم کی خیر کشا کی طرح

دم بھر میں وار پار ہوں دو ہاتھ چھوڑ کے
ڈھالیں یہ کیا پہاڑ کو در در دیں توڑ کے
دشمن بہت ہوں ان میں کہ تھوڑے نہ تھم سکیں
تلواریسی یوں بھی بھگوڑے نہ تھم سکیں
بھاگ چکے شکست انھیں بے جہاں دیں
میدان سے بھاگتا ہوا گلہ نکال دیں

بے دیں ہیں سب عذہ جو امام ولی کے ہیں
بوڑے ہیں، نوگ کیا یہ تری ازلی کے ہیں
ہادی سے محروم ہیں تو پھر کس گلی کے ہیں
دونوں یہ ہاتھ زور مجسم غلی کے ہیں

چوٹی پڑ کے کوہ کی ریتی یہ کھینچ لیں
نیچا دکھا دیں چرخ کو گیتی یہ کھینچ لیں
عالم کے یادگار جرمی صاحبان فن
گردن کشان دھر عدو گیر صفت شکن
سب ہیں جھکائے سراپی دست بندے
دعویٰ ہے کچھ تجھے تو اتر پڑ سمند سے

آجہم کے دو دو ہاتھ ہوں بڑھ کے میان سے
سب دیکھیں چوٹ چلتی ہے کسان باج سے
سبقت تو کر پھر آئے مزا امتحان سے
کس کس چک سے گرتی ہے برق آمان سے
کھل جائے ڈر سے کتنے جھوکے جواں گرے
پڑے پیر کے اڑ گئے کتنے کہاں گرے

پامرد کب ہے دور کی چل پھر سے گرٹے سر کے نہ پھر قدم سے قدم باندھ کر ٹپے
 جھپکے نہ آنکھ جبکہ نظر سے نظر سر ٹپے تلوار یوں چلے کہ سپرے سپرے

بڑھ جائے لطف کھا کھا تیغ آزمائی کا

لانے میں پیلوں کے مزہ کیا لڑائی کا

پھروٹ گل سے گھاؤ دکھائیں نئی بہار زخموں کی بدھیوں کے ٹٹے ہوں گلوتیں ہار
 دھالوں دونوں مست پڑتی ہوں کیٹھا اٹتے ہوئے ہوں شپاٹاں ہوں وار

دل میں نہ جب تلک کہ زمیں آشنا نہ ہوں

سکھی سے ہاتھ کٹے بھی تھپتھپ جہان نہ ہوں

گریہ نہیں تو ہٹ تری جنگ جداں کیا سرکھڑی گی ہم سے یہ فوج ضلالت کیا
 پوچھان کے دل سے تیغ زخموں کے حال کیا جب کھینچ گئی تو پھر ہو کا سی مجال کیا

نل جا بجائے جان ابھی لڑ کر مفر نہیں

اد خانہ جنگ دیکھ یہ میدان گھر نہیں

ہم شیر بیشہ اس قلعہ گیتہ ہیں ہم سرفروش راہ خدائے قدیر ہیں
 ہم جاں نثار خسرو گردوں سریر ہیں ہم ورثہ دار زور جناب امیر ہیں

ہم ہیں کہ چنے دیں کسی پر وغا کا زور

ہم ہیں علی کا زور علی ہیں خدا کا زور

وہ زور جس سے ساکن خیر ہوئے ہلاک اب تک در کھلا ہے بندھی ہے جہاں میں صفاک
 قوت دکھائیں سے کے جو نام علی پاک یوں ہاتھ پر زمیں ہو تھیلی پر جیسے خاک

کرنا نہ ہو خراب جو دہر خراب کو

اس طرح رکھیں پھر کہ نہ جنبش ہو اب کو

ناز اس پہ کیا مدد کو سپاہ کثیر ہے جوان ہیں ہے وہ ضال و ذلیل و حقیر ہے
 کدہ بھری ہوئی یہی فوج امیر ہے کعبہ پہ گر چڑھی ہے تو کیا یہ بہیر ہے
 لٹتے ہیں ناصران حرم بھی بھلا کہیں
 غارت نہ کہے سب عذاب خدا کہیں
 گو فوجِ ادھر بہت ہے ادھر کم ہیں جاں نثار بر ایسی چونٹیوں کی قطاروں کا کیا شمار
 پاؤں سے روند ڈالیں گے شیرانِ روزگار یہ بھی خبر نہ ہوگی پسے کب ستم شمار
 مرنے میں دیر کیا کہ اہل سے قریب ہیں یہ
 حشران کا دیکھنا حشراتِ زمیں ہیں یہ
 لشکرِ فرات پائیکا نہ خوف و بیم و پاک چاہیں جو او بخش ابھی قہقہہ ہو سب کا پاک
 زندہ ہی گاڑ دیں اسے دارِ جو شکِ خاک فوج آئے نہر پر تو ڈوب کر کریں ہلاک
 پانی میں بھردیں ظلمِ شعاروں کو کھینچ کے
 دریا کو بند کر دیں کناروں کو کھینچ کے
 فوجیں جو دورِ قعرِ فراہم ہیں وہ بھی آئیں حیلہ ہے یہ بھی ایک غلہ کہاں سے پائیں
 ہیں سب نمک حرام کڑی پڑے بھاگ جائیں حاضر دم نوالہ ہوں منہ کام سے چرائیں
 لڑنے کے بجایا نہ کسی اور کام کے
 پیٹوں میں ہیں بھرے ہوئے قہقہے حرام کے
 مرتدِ شریر دشمنِ اولادِ بو تراب جنکے طریقِ زشتِ زبوں میں گنہ ثواب
 بد بختِ سوئم بوم سیر بد قرارِ کلاب بٹھریں جہاں وہ مسکن آباد ہو خراب
 غلہ کی بیج ہے واں ہو گرانی نہ مل سکے
 ایسے وہ عیش و تر ہیں کہ پانی نہ مل سکے

آئی ہے سب کے آگے جو یہ فوج پر دغل جانیگی یوں ہی پہلے جہنم میں منہ کے بھل
 دونوں جہاں پہ قبضہ سرور ہے برعل دریا بھی اختیار میں کوثر یہ بھی عمل
 پڑھ کر درود سبط رسول انام کہہ

نام امام کے علیہ السلام کہہ
 مانا نہ کچھ نبی سے نہ بھگو خدا سے کام شکرہ زید پر لکھا ہے کس کا بتا تو نام
 حیرت کی جا ہے سب سے شریک ایر شام عبرت کی جا ہے ہم نہ کریں نصرت نام
 مرتد ہے وہ یہ جان رسول کریم ہے

وہ قطرہ بخش ہے یہ درہ یتیم ہے
 بیکس کا ساتھ دینے میں سوچے بیچ مال اودھ مال بعد اجل وہ کہے کا حال
 کر دیا ہم کو سایہ طوبی وہاں نہال پھونکے گی بھگو آتش صد قہر و جلال
 کعبہ ہے اس طرف تری جانب کنشت ہے
 دوزخ ترا مکان ہے گھر اپنا بہشت ہے

بچنا محال شرک ہے کیوں بانی جنتا ممکن نہیں ہے کیا کہ الٹ جائے کر بلا
 جانیں بچالیں پہلے خود اپنی تو اشتیاقا گھیرے اٹھیں عذاب اکہی ہے بر بلا
 بھاگے بھی راستہ کسی جانب نہ پاکیں
 بس ایک رہ اجل ہے کہ دوزخ میں جاکیں

تھوڑے یہ کہہ کے غیظ میں عباس نامور تھرا گئی سپاہ دبا وہ زیوں کسیر
 نکلے صفوں سے پھینکے کئی سو سوار ادھر کہنے لگے ہیں آپ امیر اللہ کے سپہر
 قاتل ہیں سب حضور جبری ہیں لیر ہیں
 ہم بھی دم مقابلہ میداں کے شیر ہیں

ڈرامائی مکالمے

فرمایا پھر دیکھتے ہو کیوں صورت شغال " بولے بس اب ٹپھے تو صدادی بھند لال
 "ہٹ جاؤ سب" یہ سنکے پکارے وہ بھمال "لے لیں گے ہم فرات کو" ڈانٹا کہ "کیا مجال"
 وال غل ہوا کہ ٹوک لیں شیر عریں کو ہم
 گر جا ہر سہرا دھر کہ الٹ دیں تریں کو ہم
 "بڑھکر کہا کھٹا سے اب اڑیگی فوج شام" آواز دی جری نے کہ "بجلی ہے یہ حسام"
 بھونکے وہ سگ ترائی سے کیا آپ کی ہر کام؟ گونجا اسڈیہ شیروں کے سہنے کا ہے تمام
 چنگھاڑے سب وہ دیو کہ گھوڑے اٹھاتے ہیں
 نگرہ کیا "تم آؤ گے کیا تو ہم آتے ہیں"

جنگ

یہ کہہ کے اس حلال میں جھپٹے کہ الحذر بولے یہ ان سے ابن رکاب آ کے جل تر
 الجھونے اسل سہ سے سرک جاؤ سب ادھر میں سے کے ساری فوج کو ہوتا ہوں حملہ ور
 وہ شیر ہے کہ مثل نہیں کائنات میں
 تم جا کے گھوڑے ڈال دو نہر فرات میں

تدبیر یہ ہے واں جو ہیں مردان سر گزار
سبقت نہ تم نے کی تو نہ وہ بھی کریگے واں
پھر کیا رکھو گے سو سے بہت کم و، تم ہزار
یوں نہ رو لڑے تو بڑی ہوگی کا ہزار

سنئے ہی بل ہر اک پل بیدار گر بڑھا

وہ اس طرف کو بڑھ گئے لشکر ادھر بڑھا

عباس نامور نے یہ تیروں کی دی صدا
لیتا اکھیں سنھلنے نہ پائیں یہ اشتیاق

ہوتا ہے دیکھو خیمہ اظہر وہاں بسا
ترہو نہ ان کے خون بخش سے کہیں وہ جا

تلوار مار یونہی کسی رو سیاہ کا

ڈھالوں کی اوچھڑوں سے بھکا دو سیاہ کو

سنئے ہی نعرہ زن ہوئے جھپٹے دلیر ادھر
رستے ہی میں وہ تھے کہ رو پڑے شیر نہ

والا کسی نے ہاتھ کسی کی لجام پر
منہ پر کسی فرس کے کسی کی پڑی پیر

پھینا کسی نے گرز کسی زور مند سے

کھینچا کسی نے بڑھ کے کسی کو مند سے

چکڑا گا کسی نے کسی بد شعار کا
پہنچا لیا کسی نے کسی نابکار کا

جھٹکا کسی نے ہاتھ کسی شہسوار کا
توڑا کسی نے پاؤں کسی راہوار کا

پھینکی کسی جرمی نے غماں کوئی توڑ کے

چیکا کسی نے رخس کو گردن مروڑ کے

تن کر کسی کی ابن مظاہر نے لی کہاں
پھینتی بال نے کوئی شمشیر ہاں تاں

مغر غامہ داستانہ نے بھی ڈاٹا جو ناگہاں
کا پیسے فرس لڑ گئے نیز سے جھکے نشان

کی بڑھ کے صبح سعد نے ہر رخس تمام کی

گھوڑوں کی آہ تمام نے تر کی تمام کی

اکبر جو تیزہ داروں کی جانب چھپ کے آئے بے جنگ بند بند عینوں نے تھر تھرائے
 قاسم کے ڈسے تیغ زبوں نے یہ منہ چرائے گھونگھٹ سپاہ کھا گئی ڈھالوں کے چھپائے
 زنب کے لال جھپٹے جد مراد دھار میں
 تھرائے بھائی چھپ گیا بھائی کی آڑ میں
 حربے بھالتے کوئی کیوں کر وہ اشتیاق
 ہمت بھی اتنی تھی کہ ہلاتے وہ دست پا
 یوں کپڑے جڑی کہ نہ ثابت ہوا ذرا یہ شور ادھر سے تھا کہ کب آئے ہوا یہ کیا
 شیروں سے معرکہ ہے بڑھیں کیا لڑائی میں
 گھوڑے تو اب قدم نہیں دیتے لڑائی میں
 بھاگے بری طرح سے سواران خود پسند سب کٹھیاں بھکی ہوئی بھڑکے ہوئے سمند
 پہنچی ہر اک رکاب ادھر کی ادھر بلند سالم تھی کوئی باگ نہ پوری نہ زیر بند
 زرد ہوں کی طرح زین دامن پھٹے ہوئے
 دونوں طرف ٹککتے تھے خوش کنے ہوئے
 یاں تو یہ معرکہ ہوا اوروں بن رکاب سب ج سے بڑھا ہے بعد رنج و دیح تو اب
 مڑنے کے کہہ رہا ہے کہ یار وڑھو تباہ جھپٹو سنبھالتے پائے نہ فرزند بوز تباہ
 کوئی مدد کو آنے کے یوں جداں ہو
 اس طرح گھیر لو کہ نکلتا محال ہو
 غازی نے اسکی ہرزہ درائی سنی یہ جب نعرہ کیا وہیں سے سنبھل ادھر سے رب
 شیر آڑا شکار پہ کیونکر بیٹھے وہ اب دستانہ مارا منہ پہ فرس کے بعد غصب
 ہمت نہ دی سنبھلنے کی خانہ خراب کو
 گھوڑے سمیت اٹھالیا ابن رکاب کو

لے دوڑے چاہتے تھے کہ پھیکیں لیں کو دور
پلکے اٹھا اٹھا کے سنانوں کو بے شعور
ہاں ہاں کا شور کر کے بڑھی سب سپاہ زور

دوڑے سوار دورے گھوڑوں کے پھر کے

غل تھا تھکا رہیں لو پچھے شکر کے

حربے کو دور دور اٹھائے تھے کیستہ خواہ
ہلچل تھی جس طرح سے کوئی قافلہ تباہ
پاس آ کے کیا مجال تھی بکے جو کوئی راہ
سردار کو پکڑ لیا اب کیا کرے سپاہ

سبیل کے حملہ ور ہوں تو افسر ملاک ہو

پٹکیں ابھی زمیں پہ تو پوند خاک ہو

کوئی ہٹا بڑھ کیا پے کر و شہر کوئی
تقریر صلح کرنے لگا حیدر کوئی
غل بھاگ کر مچانے لگا بد سیر کوئی
گھبر کے اسطوت کوئی دوڑا دھر کوئی

سوچے کچھ اہل زور یہ تدبیر کام کی

دینے لگے صدا کہ دہائی امام کی

ٹپا بہت دست زبردست میں سمند
گھوڑا چلا زمیں کو گرا وہ دغا پسند
جھٹکا دیا کہ ٹوٹ گیا جس سے زیر بند
بھاگا جو لوٹتا ہوا غوغا ہوا بلند

دوڑے جھپٹ جھپٹ کے عدد ہر مقام سے

لی بٹھ کے تیغ تیز جری نے نیام سے

آپو نے اس طرف بھی ہمارا دوڑ کر
پہنچے ادھر سے بھی وہ جفا کار دوڑ کر
تلواریں سب کھینچ لیں ایک بار دوڑ کر
نزدیک تھا کہ کرنے لگیں وار دوڑ کر

تھرائی ارض غلغلہ کارزار سے

کانپا سپہر شور بگیر و بدار سے

اہل بیت کی حالت

یاں تو یہ معرکہ ہے ادھر اہل بیت شاہ
 قصہ نے کی بلندی محل سے جو نگاہ
 مضطرب ہیں سن رہے ہیں جو غوغائے زم گاہ
 چلائی پیٹ کر کہ دہائی ہے یا اللہ
 ہے یہ کیسی فوج ہے کون اہل بیت ہیں
 تلواریں کھینچ گئی ہیں لڑائی کے طور ہیں
 بلوئے ہر طرف سے بڑھ آئے ہیں نابکار
 برہم ہیں اسطرح تہہ بکیں کے جاں نثار
 نیرے بڑھے ہیں واں سے کہ روکین لیر کو
 جنگل کو زلزلہ ہے وہ غصہ ہے شیر کو
 لو اب صفوں پہ اکبر عالی بہم چلے
 بلوئوں پہ لو عقل کے اہل ستم چلے
 قائم بھی لو پہنچ گئے دونوں بہم چلے
 لو سب ادھر سے یا ور شاہ اہم چلے
 ہیں چاک آستینوں کے اور چڑھے ہوئے
 رتے ہیں کچھ جوانوں کے آگے بڑھے ہوئے
 بھاگا ہے کوئی افسر فوج دغا کشیم
 غصہ ہے ننھے ہاتھوں میں تہ تیغ علم
 جھپٹے ہیں اس پہ عنون محمد صمد حتم
 بڑھ بڑھ کے تھام لیتے ہیں اکبر جو دم
 کرتے ہیں عرض چھوڑے خود سر پہ چاڑیں
 بچے چل گئے ہیں کہ لشکر پہ جا پڑیں

ہے ہے کوئی جوان میں سے زخمی ہوا کہیں کیا جلنے کے روئیں گے کتنا امام دیں
 ننگ اڑ گئے یہ سنتے ہی کا پنی ہر اک حزیں غل پڑ گیا دہائی ہے یا ختم مرسلین
 رد کیجئے اس امت بد کی بہیر کو
 بھولے نجف سے جناب امیر کو
 باشندے یاں کے جو ہیں بلاؤ انھیں ذرا پوچھو تو بیخداؤں نے کی کون سی خطا
 اترے نہیں ابھی کہ چڑھ آئے ہیں اشقیا پردیسیوں پہ کیا سبب بدعت و جفا
 جنگل میں تھی مقام مسافر کا شاق ہے
 کیوں رہنے والو کیا یہی رسم عراق ہے
 خط لکھ کے کوئیوں نے بلایا تھا تب ہم آئے دعوت میں کیا خبر تھی عداوت کی ہاے
 عترت نبی کی بہر حمایت کسے بلائے لے بے دیار و کون تمھاری مدد کو آئے
 کیا رحم یاں گناہ ہے آل رسول پر
 پہنچا دے ہم کو کوئی مزار بتول پر

بنت علی جناب زینب کا جلال

زینب بھی مضطرب نہیں سکر پوش کا حال پر یہ علی کی بیٹی ہیں غیظ آگیا کمال
 بولیں نہ رو و صابو حامی ہے ذوالجلال فتنہ کدھر ہیں دیکھ تو عباس جو شخصال
 جلدی مری طرف سے قسم دے پکار کے
 بھیجا بچھا دو فوج کو تلواریں مار کے

حیدر کی طرح بڑھ کے اُلٹ ویہ ن ہے کیا توڑ پروں کو مجمع پیمیاں تمکن ہے کیا
روکیں بدن ہے کیا کوئی فولاد تن ہے کیا تم سا بھی دوسرا کوئی شمشیر زن ہے کیا

عادی ہیں حرب ضرب میں ڈھالوں کی آڑ کے
دھنسن جاؤ دل میں فوج کے بادل کو پھاڑ کے

قبضہ بکڑ کے عمام خارا تنگ کاف کا منہ پر چکوں سے توڑ دو اہل کذاب کا
باقی رکھو نشان نہ سپاہ خلافت کا طبقہ الٹ پلٹ دو زمین مصاف کا

رن ہو نہ دشت ہو نہ زالی نہ گھاٹ ہو

کوٹے تک ایک خون کی ندی کا یاٹ ہو

دشمن ہر اک ہے خسرو عالی جناب کا بھاگے ستر کو غول سپاہ عذاب کا
دکھلا دو زور ضرب ولایت مآب کا ستھراؤ کر دو لشکر خانہ خراب کا

یوں فوج بول جلتے کہ رن کلنے لگے

بولے رن اس طرح سے کہ بن کلنے لگے

باطل پرست ہیں کوئی حق بین حق پڑوہ جلدی مشا دولشکر مغرور کی شکوہ
یوں گھیر لو کہ بھاگنے پائے نہ یہ گروہ اس طرح حملہ در ہو کہ مثل صدائے کوہ

نغروں کیساتھ ظلم کا بن بولنے لگے

جب غل علی علی کا ہورن بولنے لگے

بینچوں سے تعین چھین لو پہنچے مروڑ کے پٹکونشان پھینک دو نیزوں کو توڑ کے
صفہ تین میں دی سٹھے کہ جی چھوڑ چھوڑ کے کیا کیا صفوں سے بھاگے تھے منہ موڑ موڑ کے

کیوں یاد ہے وہ رن سے پٹنا طفر کیسا

بھیا تم ان سے لڑ بھی چکے ہو پھر کیسا

سمجھے ہیں کیا وہ گو کہ ہے غربت وطن نہیں کوئی معین حالت رنج و محن نہیں
 دنیا سے اٹھ گئے شبہ خیر شکن نہیں تنہا ہیں اب حسین کے سر پر حسن نہیں
 کوئی نہیں ہے رونے کو خواہر تو ساتھ ہے
 تم سا جوان شیر برادر تو ساتھ ہے
 اکبر کے مڑ کے کہہ دو کہ اے میرے گلزار بڑھنے دو اپنے دو غلاموں کو میں شمار
 بھاکا ہے سر گردہ سپاہ ستم شمار بچے یہ خیر کے ہیں نہ رو کو دم شمار
 گھس کر صفوں میں کاٹ کے فوج ضلال کو
 گردن پکڑ کے لائیں گے باہر شغال کو
 افسر ہے زندوں کا تو بزدل بھی ہے سوا رکوں کا ایک کھیل ہے ٹرنا ہے اس کی
 روکا تو تھا اسی نے کہ خیمہ نہ ہو بسا دیکھو اب آکے یاں سے تماشہ لڑائی کا
 لاینگے پر خطا کو عذابوں سے کھینچ کے
 باندھیں گے بارگہ میں طنابوں سے کھینچ کے
 تم چاہتے ہو دن کو نہ جائیں ہیں غور د سال سر رہوں ان کے لڑکے جوانوں کی کیا مجال
 تیغوں سے کھیلنے نہ لگیں ہاں ہے خیال لے لیو ہاتھ سے جو اٹھالیں کسی کی ڈھال
 آنکھیں دکھلتے رہو یہ ہے تاخیر انھیں
 بہلانے و غام میں کوئی حیلہ گرا انھیں
 صدے میں تیرے اے مرے بھائی کے آفتاب کتنے دل و جگر کو ہیں سوا سچ و تاب
 سر ہوئے یہ ہم تو پلیٹو بصد شتاب تشویش ہے پھی پی کو پدر کو ہے اضطراب
 خود جنگ کو نہ تیغ و سپر باندھنے لگیں
 ایسا نہ ہو حسین کمر باندھنے لگیں

ڈھانپا یہ کہہ کے منہ جو بصد زلہ و فغاں بیٹھے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے سلطانِ نس و جاں
 فرمایا دونوں لال ہیں وہ میرے تن کی جاں حاشا نہ لڑنے دوں گا انھیں نہ حیاں نہ کہاں
 کیونکر جیوں جو ان پہ کوئی پنج آپٹے بچوں سے کھیلتے تھے کہ لشکر پہ جا پڑے
 تم نے تو جوش غیظ میں ایسے کئے سخن میں جن کو سن کے کانٹ گیا کیا کہوں بہن
 سن لیں خدا نہ کردہ جو عباس صفت کن رہ جائے پھر یہ امت محبوب ذوالمنن
 دیکھو وہ اور وقت ہے جرأت کے واسطے آیا ہوں میں تو انکی ہدایت کے واسطے
 حسرت یہ ہے اُٹھا کے مروں بے شمار جبر تپے نہ روح جھیل لے یوں جان زار جبر
 غصہ نہ آئے دل پہ کروں اختیار جبر صابر رہوں ہزار ستم ہوں ہزار جبر
 بدلہ نہ ان سے لوں تمہنی اسی کا ہوں بیٹا علی کا ہوں پہ نواسہ نبی کا ہوں

میدان میں جا کر امام حسین کا لڑائی روکنا

یہ کہہ کے جلد جانب میدان چلے امام آواز دی وہیں کہ اے ساکنانِ شام
 ہٹ جاؤ سب کے سب نہیں ہو جاؤ گے تمام دیکھو ادھر ہم آتے ہیں عباس نیک نام
 دو کو حسام تیغ علی کی قسم تمھاری یہ قبضہ علی ہے اسی کی قسم تمھاری

ہاں ہاں مرے ہر صفت کا رزار بس اے شیر بیشہ اسد کر دگار بس
 بس میرے یادگار جواں میں تشار بس بس اے مرے برادرِ عالی وقار بس
 یہ کیا ہیں اقم تو دیو فلک کو بھی ٹوک لو
 یہ آج مصلحت ہے کہ غصے کو روک لو
 کیا ہے کہ برہمی کا خیال آگیا تمہیں کس بحث پر یہ جوشِ جلال آگیا تمہیں
 تکرار کیا تمہی جس پہ ملال آگیا تمہیں امت پہ بھائی جانِ جلال آگیا تمہیں
 سادہ صبرِ غریظ میں آنا نہ چاہئے
 یہ وہ ہیں جن پہ ہاتھ اٹھانا نہ چاہئے
 اے ثانیِ علی تری شوکت کے میں تشار اے میرے ذی حشم تری صولت کے میں تشار
 اے میرے صفتِ نیک تری جرات کے میں تشار اے میرے باوقار تری الفت کے میں تشار
 اکٹن کھلے گا ہے یہ بنا جس لڑائی کی
 بھائی کی جان جلے گی چاہت میں بھائی کی
 ان سے یہ گفتگو یہ طلاقت جو ہیں عوام کیا جانیں یہ ذلیل فصاحت کس کا نام
 ان کو باطنوں میں فروغِ ربخ کلام اندھوں کے سامنے ہے چراغِ عالم تمام
 انسان نہیں مگر جو بعدِ افعال ہوں
 سمجھیں سخن وہ کیا جو بہ ایم خیال ہوں
 ایلے سید مدنی ان کا کام ہے ہیں بد طریق بد چینی ان کا کام ہے
 طینت یہ ہے کہ دل سکنی ان کا کام ہے عقرب کی طرح نیش زنی ان کا کام ہے
 بھولے بھی نہ اہلِ فلسفہ وقا کریں
 بدال ہیں کبھی نہ خطے سے خطا کریں

بگڑو نہ یہ تو جہل مرکب ہیں بے حیا باتوں کا جاہلوں کی برا ماننا ہے کیا
قول نکلے نادرست ہیں فعل ان کے ناروا بندوں کا ذکر کیا ہے خدا سے کریں دعا

پہنچیں جو خاک ہو کے بھی یو لیں کی طرح

پھیلا دیں آسماں پہ مفسد زمیں کی طرح

مرتد شریک دشمن آل رسول پاک کچھ بھی خدا سے خوف نہ ان کو بنی سے پاک
بنیاد ظلم گھولے کو کرتے ہو گر بلاک ظالم یہ ایسے ہیں کہ پس از قتل ہوں جو خاک

ہنگامہ خیر ظلم ہو اس خاکداں کی طرح

کرنے لگے زمیں بھی ستم آسماں کی طرح

یہ ہیں وہی جنہوں نے پیغمبر سے کیا ایسا پھر جب پیغمبر اٹھ گئے حیدر سے کیا کیا
حیدر بھی رہ گئے نہ تو شہر سے کیا کیا شہر کے بعد بندہ بے پر سے کیا کیا

شہر پہ اور بنی و علی پر ہوئے نہ تھے

اب ہونگے وہ ستم جو کسی پر ہوئے نہ تھے

خود بین ہیں خود پسند ہیں خود سر ہیں یہ لیں ساری خدا کی خلق سے بدتر ہیں یہ لیں
شیطان کی طرح ماندہ داود ہیں یہ لیں تم ہادی جہاں ہو، تم گم ہیں یہ لیں

ہر طرح فکر ان کی ہدایت کی ہم کریں

اتنے ستم رہو کہ یہ ترک ستم کریں

ے لیں خرافات ظالم بد خو نہ بولیں ہم ہونے نہ دیں خیام لب جو نہ بولیں ہم
سیٹنے پہ کھائیں تیرسہ پہلو نہ بولیں ہم تبتوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو باز نہ بولیں ہم

گردن جھکا دیں اخگر جو خوار کے تلے

ماریں نہ دم گلا ہو جو تلوار کے تلے

تقلید صبرِ عالم پیر چاہئے تمہیں کرنا ہر اک بلا میں بسر چاہئے تمہیں
 شر ہو تو رفع شر پہ نظر چاہئے تمہیں دریا مقام شر ہے حذر چاہئے تمہیں
 ناحق فساد کیوں ہو ٹھہرنے کے واسطے
 صحرا پڑا ہوا ہے اترنے کے واسطے

خالی جو خرخشے سے ہو وہ جانے کہیں رہتی ہو یا ترائی ہو پڑا ہیں نہیں
 آئے ہیں اپنی راہ چلے جائیں گے لیں سر پہ اٹھکے کیا کوئی رجا یگانہ میں
 یہ لوگ چند روز معین ہیں کام پر
 تم تو رہو گے حشر ملک اس مقام پر
 ٹھہر و حبیب عون کو جعفر کو روک لو جعفر بڑھو نہ قاسم بے پر کو روک لو
 قاسم تھمو تھمو علی اکبر کو روک لو اکبر تمہیں ہر اک کے دلبر کو روک لو
 بچوں کو جوش غیظ میں بیدار رکھو
 روکو ہیں سب کے عون محمد ٹھہرے ہوئے

اے دہربا اے ظہیر حق آگاہ و حق شناس دو دو کو قسمیں دو کہ تمہیں اب نیک ساس
 کیونکر رکے گا حملہ افواج بے قیاس بچے ہیں گودیوں میں ٹھالاؤ میرے پاس
 پہلاؤ اس طرح سے کہ غصہ کو ٹال لیں
 پچھلیں اگر تو اکبر مہر و سلخا لیں

کہتے ہوئے یہ تو پہنچے ادھر پہ کب؟ تلواریں ڈھالیں و نو طرٹ اٹھ چکی تمہیں جب
 سینوں سے کچھ ہی درشائیں تمہیں سب کی سب رستے بے رستے تھے کہ چل جائیں ارباب
 سن کر صدائے شاہ میں اک سا تھک رک گئے
 یہ معجزہ تھا دونوں طرٹ ہا تھک رک گئے

سب جھک گئے نشان تھے جو اس فوج میں علم
 بکڑے زینے گھوڑوں کے بڑھتے ہوئے قدم
 یہ شیر چاہنے جو لگے ہونٹ دم بدم
 جلد آئے بڑھ کے پنج میں شام ہنشاہ اُمم
 فرمایا پیار سے انھیں تم بے قصور ہو
 ڈانٹا انھیں غضب میں کہ مہٹاؤ دور ہو
 تم کو بھی یہ مجال ہوئی کیوں سرانِ شام
 یوں آگئے مقابل عباس نیک نام
 سلتے تھے ہم وہ ہرزہ سرائی کے سب کلام
 ابن رکاب کیا ترے منہ میں نہ تھی لگام
 کیوں کچھ مزا بھی ٹوک کے پایا دلیر کو
 منہ زوریاں دکھا کوئی سکتا ہے شیر کو
 تو کیا فرس تھا کیا ترا او گردِ خیرہ سر
 یہ وہ ہنر رہے کہ الٹے جو دشتِ در
 کیوں سامنے سے ہٹ نہیں جاتا زبون سر
 جو یا تری ہے خوں میں وہ ڈوبی ہوئی نظر
 چھپ جا کہیں بچا کے نگاہِ دلیر کو
 پیچھے سے صید بھٹ گیا غصہ ہے شیر کو
 اندری نہیب جگر بند بو تراب
 میدان سے دور ہٹ گئے خانناں خراب
 عباس نامدار کی جانب چلے جناب
 بوسے پہنچ کے جانے دو بھائی برب غراب
 ڈنکا تمھاری فتح کا ہے ہر مقام میں
 یہ فوج کیا ہے تیغ کو رکھ لو نیاں میں
 کیوں چاہتے ہو غیظ سے ہونٹوں کو بار بار
 اب کس یہ تحمل بھاگ گئے سب تم شعار
 وہ ہنر پر فضا ہے یہ صحرا ہے پر ہیا
 دیکھو نہ ہر جگہ یہ تمھارا ہے اختیار
 باقی نہیں ہے دخل کسی رو سیاہ کا
 لو چل کے اہتمام کرو خیمہ گاہ کا

بکیں ہیں سمجھ کے چڑھ آئے تھے اہل شر سمجھنے نہ تھے کہ ساتھ ہیں عباس نامور
کہتے ہوئے یہ آئے جو حضرت قریب تر بس سر جھکا کے رہ گیا حیدر کا شیراز

غصہ ہوا فرد کہ اثر تھا کلام میں
باتوں میں لیکے تیغ بھی رکھ دی نیام میں
دست ادب جوڑ کے بولا وہ بادشاہ فام ہوں جاں نثار ہوں یا مشہر ہوا
اب کیا لب فرات جو خمیمہ ہوا بیا تلوار چل کے نہر جو ملتی تو لطف تھا
بھاگی ہوئی سیہ میں غل اٹھتا دہائی کا

پھر ان کو حوصلہ تو نہ پڑتا لڑائی کا
ہوتا اگر نہ پاس شہنشاہ نیک ذات سمجھتے یہ کیمرمنہ یہ کہ لے لیں گے ہم فرات
کیا ان کی ہمت بڑھتی کیا انکی کائنات پھر تا سر دلتے پاٹ کے سر چشمہ حیات
یوں ملتی جائے امن کسی بد صفات کو
کچھ بس نہیں اب کے وہ لے لیں فرات کو

یہ کہہ کے آبدید ہوا وہ فلک شہم رنے لگے قلع سے شہنشاہ باکرم
فرمایا پیار کر کے بلا در نہ کھاؤ غم آتا ہے وہ بھی وقت نہ روکیں گے تم کو ہم
کیوں آج اتنا جبر تمہیں ناگوار ہے
بھیا اسی میں مصلحت کر دگا رہے

واقعہ ہوں نہیں کچھ شرفی ہے کہ ہوں نام دیکھو وہ چلتی ریت ہے بونگے جہاں خیام
لشکر یہ کیا ہے ہو گا وہ فوجوں کا از دحام پھپ جائیگی یہ ہنر یہ صحرا یہ بن تمام
کاپے کا دشت بارسیاہ کثیر سے
گردوں سے گانغلاہ داز و گیر سے

وہ دن وہ گردِ نامور دن کا غضبِ ہجوم
 میدان میں امتحانِ شجاعت کی ہوگی دھوم
 آگے صفوں کے ہونگے دلیرانِ شام و روم
 اس دم بڑھو گے یوں کہ ہلے گی یہ مرزوم
 غل ہوگا دیکھ کر علمِ سبزِ قام کو
 بیٹا بلند کرتا ہے بابا کے نام کو
 کوئی و اصفہانی و شامی و خیری
 سب ہونگے یک زبیاں کہ یہ ہے زورِ حیدی
 ہر ضرب پر پڑے گی دلوں میں وہ تھر تھری
 جرأت کو مان جائیں گے عالم کے سب جی
 تنہا بھگے سب سپہ بد صفات کو
 دوبار پھین لو گے تم ان سے فرات کو
 ان معرکوں میں جنگ ہے بہتر کی یہ جدال
 رٹنے کی وہ جگہ ہے کہ یہ میرے نو نہال
 قدموں پہ سر تھیکا کے یہ بولا علی کا لالی
 آقا غلامِ صدمے ہوا بکچہ نہیں ملالی
 پانی مراد کیوں نہ خوشی آشکار ہو
 مرثدہ ملا کہ جان بھی جس پر تثار ہو

غازیوں کا خیمہ میں آنا

شکر یہ سب کچھ دے کے تسلی جدا جدا
 بھائی کو ساتھ لے کے پھرے شاہِ کربلا
 دونوں طرف تھے یادِ رواں نصار و اقربا
 بیٹی پہ آگے خیمہ اقدس ہوا بپا
 پردہ ہوا حسین کے خود اہتمام میں
 ناقوں سے نبی بیاں اتر آئیں غلامِ امیں

داخل ہوئے حرم میں خدیو فلک پناہ
غم سے جو دل بھرے تھے تو سب اہلیت شاہ
ہمراہ آئے سارے عزیزان عرش جاہ
منہ داروں کے دیکھ کے ہوئے بہ شک و آہ

تڑپا رہی تھی قلب کو ایذا جدائی کی
زینب نے سر لگا دیا چھاتی سے بھائی کی
اکبر کے گرد پھرنے لگی بانو سے حزیں
قاسم کے پیار کرنے کو ماں آگئی قرین
مسلّم کے بھی تمیموں کے چوسے رخ و حسین
رو کر چپائے پاس سے کبرا جو ہٹ گئی

دامن سے بڑھ کے بالی سکینہ لیٹ گئی
سجدے میں کبریا کے بھگی کوئی دل کیا باب
صدقہ آمار نے کوئی پہنچی کہیں شتاب
رو کر کسی نے ٹسک کیا کار ساز کا
ساماں کسی طرف ہوا نذر دنیا ز کا
دیکھا جو اضطراب تو بولے شہ زمین

ان مضطربوں پر رحم کرے ربّ المنین
زینب کئی ہزار تھے واں جمع تیغ زن
خود ہٹ گئے وہ کچھ انھیں غصے میں جان کے
وہ نہ یہ منچلے تھے بھلا کس کی مان کے

ہوتا خدا نخواستہ زخمی کوئی اگر
شکر اس کا ہے کہ ہو گیا غیر آج رفع شر
مرجائیں سب یہ غمزدیاں پیٹ پیٹا سر
بیکس ہوں منہ نہ آکوں دھوؤں تو کیا کروں
بولا نکھیں بہن میں نہ روؤں تو کیا کروں

گر یہ کہوں کہ بھیج دوں سب کوئے وطن
 داناں بھی ہے ان کا کون بولے غم و محن
 اسیٹے لاکھ طرح کے آتے ہیں اسے بہن
 وہ وقت ہے کہ رحم کرے رب و المنن
 کھل جائے گا کریں گے جو کچھ دنگار سے
 دنیا پھری ہوئی غریب الدیار سے

منظوم ہوگا مجھسا بھی کوئی جہاں میں کم
 لاکھ آفتیں وہیں ہیں رکھو جس جگہ قدم
 یہ کنج کا تو کچھ بھی نہ تھا صد نہ دالم
 دسویں کو دیکھنا کہ جو آئینے غم پہ غم
 گھر خاک میں ملے گا علی و بتول کا
 ہوگا وہ دن تیا ہی آل رسول کا

اس روز غم سے جردہل تھر تھرائیں گے
 سب حس و طیر خاک مٹوں پر اڑائیں گے
 نلے جن و ملک کے کیجے دکھائیں گے
 مکان آسمان و زمین کو عرش آئیں گے
 کاپٹے کا عرش چرخ بریں غن سے گا
 غل برو جہیں مہے ماتم کا ہوئے گا

بولی یہ منہ کو پیٹ کے زینب بصر بکا
 اب تاب ضبط کی نہیں ل کو یہ کیا کہا
 ان یاس کے بیانوں پہ بانجالی ہو فردا
 کیوں مرگئی نہ لے کے بہن آپ کی بلا
 ساماں کچھ اور پھر گئے آنکھوں کے سامنے
 ہے یہ کس غنیمت کی خبر دی امام نے

اس رفع شر کو آج کی بھی تھی میں ظفر
 باقی مناد ہے ابھی اسکی نہ تھی خبر
 والستہ آپ ہی کے ہے دم سے تمام گھر
 اب اس ٹوٹی جاتی ہے یا شاہِ جبر و
 نازک ہیں لے قیم ہیں ماتم میں باپ کے
 ان کی تو زندگی سہم بہائے پرپ کے

یہ کہہ کے پیٹ نے لگی سربیت مرتضیٰ فریادِ اہلبیت سے محشر ہوا بپا
 غل پڑ گیا کہ واعلیٰ واعمدی بچے بھی ہم ہم کے کرنے لگا بکا
 روئی سکینہ جان جو ایک حال زار سے
 عباس نے اٹھالیا گودی میں پیار سے
 فرمایا پیار کر کے کہ تم کیوں ہو بیقرار بچوں کو کیا اگر کوئی گھر میں ہوا شک بار
 کھیلو ادھر نہ جاؤ ادھر کو چچا، شہار تم تو ہماری بیٹی ہو روؤ نہ زہیار
 کہتے لگی پھر آپ کہیں تو نہ جائیں گے
 فرمایا پیاسی ہوگی تو پانی لے لیں گے

شان خمیہ حسین اور چھٹی محرم تک کی کیفیت

مقتل میں جب پہنچ گئے شبیر نیک نام ریتی یہ ہٹ کے نہر سے برپا ہوئے خیاں
 یوں اترے ناصرانِ خدیو نو ذلّہ احترام ہالہ تھا گردِ پیچ کا خمیہ نہ مت نام
 سمسے کی فنونے بڑھ کے پہر خراب پر
 سونا چڑھا دیا کلس آفتاب پر
 خمیہ وہ سبز گنبدِ اخضر کا ہے جواب سمجھو نہ سائباں اسے رحمت کا ہے حجاب
 گیسوئے حورِ خلدِ یس ہے ہرک طناب جھاروہ جس سے ماند ہو مقدس آفتاب
 پھیلی ہوئی ضیا ہے تمام ارض پاک پر
 قدرتِ خدا کی عرش اتر آیا ہے خاک پر

اتری کنار نہر ادھر سب سپاہ شام
 فوج اور آگئی تو ہوا اور اندھ سام
 زرد و کبود و سرخ بپا ہو گئے خیام
 صحرا سیاہ نشانوں سے کالا ہوا تمام
 آپہنچا ابن سعد جو کونے کی راہ سے
 کثرت سپہ کی بڑھ گئی حد نگاہ سے
 یاں تکے سب دوسری تاریخ کا تھا حال
 پوچھو تھیں تاکہ نہ احوال غم سال
 ہر روز اک نئی تھی مصیبت نیا ملال
 آخر گھرا سپاہ میں خیر النساء کا لال
 روداد اب سنو شب ہفتم کے حال کی
 یہ دوسری جدال ہے حیدر کے لال کی

جداں شب ہفتم

عنوان

ایسے تیغ طبع ہاں ابھی اور آبدار ہو برہم زنِ دو معرکہ گیر و دار ہو
 سرگرم سرفشانی اربابِ نار ہو میداں یہ دوسرا ہے غضبِ ذوالفقار ہو
 لڑتے ہیں مرتضیٰ یہ عیاں سبھاں پہ ہو
 لاسیفت و لافتی کی پکار آسماں پہ ہو
 تھی وہ جدا مصافحہ اب ہے مفاہد وہ جا جدا تھی رو و بدل کی یہ جا جدا
 وہ ماجرا جدا تھا یہ ہے ماجرا جدا کھینچا ہے تیغ تیز کا نقشہ جدا جدا
 اُس جنگ سے بڑھی ہوئی ٹچہ یہ جدا ہے
 کھینچنے کا وہ بیاں تھا یہ چلنے کا حال ہے
 دونوں رہیں گے معرکہ عالم میں یادگار اس دن کی گیر و دار اور اس شب کی کارزار
 کیا دور ہے کہ اب جو چلے تلخ آبدار تاباں ہو تیرگی میں سوا برقِ شعلہ بار
 دہشت سے یوں فرت ہر فرقِ دن کھلے
 رہ رہ کے جب چمکے تو پھپھپے رن کھلے

مشتاق سب ہیں دل میں بڑھی ہمانگ اور یہ اور معرکہ ہے یہ حالات جنگ اور
 اب مرثیہ ہی اور ہے پڑھنے کا ڈھنگ اور تب لطف ہے بخوں پہ جب عجبیں رنگ اور
 خامہ جہاں لکھا ہے خوں ریزات کی
 شجرف میں ملا دو سیاہی دوات کی

شخوں کے لئے فوج یزید کا بڑھنا

شخوں کے لوگ گھوڑوں کو دوڑائے آتے ہیں خفاش تیرہ روز ادھر چھائے آتے ہیں
 اس ن جو بھاگ نکلے تھے بھگا آتے ہیں غصے میں رب کلب ہیں بٹے آتے ہیں
 کیا در کہ باخہ ہیں اسد فوج شاہ کے
 دیکھو تو یہ پختے ہیں بادل سیاہ کے
 شیر خدا کے شیر ہیں عباس نامدار لاگھو ہیں اک ولیر ہیں عباس نامدار
 کیوں کرتے آپ یر ہیں عباس نامدار بڑھے کہ سب یہ یر ہیں عباس نامدار
 بھاگیں تو بھاگتے نہ اندھیرے میں بن پے
 ہاں لیلۃ الحری سے بڑھ کر یہ رن پڑے
 وہ وقت یاں تھا دن جو پانی ہوا تھا بند اک شور العطش کا صغیروں میں تھا بند
 اور ادشب کو پڑھتے تھے سلطان حمزہ جلد آئے سامنے سے حبیب وقا پسند
 کی مرض بڑھ کے عرب جو بڑھتے آتے ہیں
 کیا حکم ہے حضور عدو بڑھتے آتے ہیں

تسویش کا محل نہیں کچھ دھیان میں نہ لاؤ
 تیسرے رکھ کے آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ
 دیکھو تو کیا مشیت باری ہے غم نہ کھاؤ
 اچھا وہ بڑھتے آتے ہیں عباس کو بلاؤ
 حافظ خدا ہے کیا ہیں مرد جفا پرست
 دشمن اگر قوی ست نگہاں قوی ترست
 دریا سے جل کے ہم نہ اٹھا لاتے گریخام
 واں تھی مجال بھی کہ اتر سکتے اہل شام
 دیدیں ہم ان کو نہ کہ جاری ہو فیض عام
 پانی بھی وہ نہ دیں ہے مروت اسی کا نام
 محسن کشتی بھری ہے ہر اک طبع رشت میں
 بے شرم ہیں حیا نہیں ان کی سرشت میں
 اُس دن نہ اپنے شیر کو ہم ٹال لاتے گر
 زندہ بھی چھوڑتے انھیں عباس نامور
 سمجھا کے کس طرح سے کیا تھا وہ دفع شر
 بدلہ اسی کا ہے کہ بڑھے ہیں چو پھر ادھر
 کیوں دل طول رک کے وُ عالی مقام ہو
 لڑ لینے دو بس اب کہ یہ تھکرا تمام ہو
 کیا ڈھ ہے تیغ زن ہیں کھ ناوک فگن لعین
 آتا ہے وقت سزائش دشمنان دیں
 کھائے تو کوئی چوٹ وہ ضرغام خستگین
 سن لیمپو الٹ دیا بھجلا کے دشت کین
 مانے گا روزِ کر بھی نہ لاشوں کے دھیر کو
 پھر تب کے گا جب ہیں روکیں گے شیر کو
 یاں ہے یہ ذکر واں وہ علمدار دی شرم
 کاندھے پہ ڈھال ہاتھ میں شیریں دم
 لوہے میں غرق خل علی سر سے تا قدم
 پھرتے ہیں گردِ خمیر ناموس محترم
 غیر آنہ جائے کوئی یہ ہر تلاش ہے
 چیتے ہوئے ہیں لغز ہشیار باش ہے

آجاتے ہیں قریب طلا یہ کے لوگ اگر خود بڑھکے ٹوکتے ہیں "کون آتا ہے ادھر"
 کہتے ہیں وہ کہ ہم ہیں غلامانِ باخبر کیا جان اد کی ہے کہ آجائے بے خطر
 بے اذن بڑھکے پاؤں لڑتے ہیں دوسے
 فوجوں کے دل دہلتے ہیں نامِ حضور سے
 بھرتے ہیں پاؤں سے پھر کو بھی کھانکے پیچ و تاب کرتے ہیں ہاتھ اٹھا کے بخت کی طرف خطاب
 بابا مری مدد کے لئے آئے شتاب سب تشہ لب سے آلِ رسول فلکِ جناب
 کس طرح لڑکے لے لوں خزاں اہل شام سے
 دلوایئے غلام کو رخصتِ امام سے
 آئے حبیب لیگے غازی کو شر کے پال بوئے یہ افک بھر کے شہنشاہِ حق شناس
 تم نے سنا بڑھی ہے ادھر فوج بے قیاس شیخوں کا قصد رکھتے ہیں اعدائے بد اس
 غل ہے خیام یکس و تنہا کو بھین و
 اب ہم یہ تم سے کہتے ہیں ویدا کو بھین و
 جب تک امید صلح تھی جھیل بہت کسم لے آئے خود اٹھا کے یہاں خیمہ حرم
 دیا بھی اس لحاظ سے چھوڑ لے اپنی ہم کیا ہوگی ساری تر بہت و میں ہم ہیں کم
 بدلہ اسی کا ہے یہ بدی نیک بات پر
 سقہ بھی کوئی جا نہیں سکتا فرات پر
 اس دن کی زک اٹھائے ہیں یہ بانیِ فساد آج اب لڑیں تو بھاگنے پائیں بدستار
 کثرت پر اپنی بھولی ہے فوج بن زیاد وہ معرکہ پڑے کہ ہے کچھ دنوں تو یاد
 اب کون تم مابعدِ خدا کے ولی سے ہے
 جائیں تو کوئی شیر بھی گھر میں علی کے ہے

موتو وہ اور تھا تھیں روکا تھا ہم نے جب
 درہم اور دیکھتے یہ صدمہ و تعب
 قبل از وقوع جرم مناسب سزا تھی کب
 پانی بھی بند ہو گیا بچوں پہ ہے غضب

لے ثانی علی تری ہمت کا وقت ہے

وہ وقت صبر کا تھا یہ جرات کا وقت ہے

لاؤ کباب سیا میں نامی جواں ہیں جمع
 شہر ہے جن کے زور کا وہ پہاڑ ہیں جمع
 عالم کے پرولان و تہور نشان ہیں جمع
 دعوے میں جراتوں کے پئے امتحاں ہیں جمع

ارماں تھیں سے سبک ہے تیغ آزمائی کا

یہ جنگ فتح ہو تو مزہ ہے لڑائی کا

سب اپنے نام کے جواں ہیں بد صفات
 یہ گھر شجاعوتوں سے ہے شہر شمش جہات
 کچھ وہ نہ اٹھ سکی ہے جو جس کی کائنات
 اللہ مرتضیٰ کے گھر اسے کی رکھ لے بات

لا میں کہاں سے آج اسد کر دگاہ کو

ہوتے نہ تم تو کھینچتے ہم ذوالفقار کو

سنا تھا یہ کہ سوخ ہوا ریت پر غراب
 دیکھا جلال میں طرف چنچ برقی تاب
 آلودہ شفق نظر آیا اک آفتاب
 کی عرض کچھ حضور نہ فرمایاں اضطراب

یہ تو مری مراد ہے کام آپ کا نہیں

شکرا لٹ نہ دلاں تو غلام آپ کا نہیں

تو جہیں یہ کیا جو بیچ میں عامل ہوں آسماں
 کھینچ جائے سانسے سر و کس پئے اماں
 سب تل کے روکنے کو پہاڑ آئیں دریاں
 بستے میں تو ہزار ہوں لاکھ آتش مکاں

یوں سب کو توڑ دوں کہ ہو غل شمش بہا میں

دوڑا کے رخس ڈال دوں نہر فرات میں

نامی ہیں گرتو کیا وہ گرامی ہیں گرتو کیا
 تامل ہوا ہے شان میں بابا کی لافنی
 میدان کا مرد اور بھی ہے کوئی دوسرا
 بالادہ کی بات اسی گھر کی دم و عنا
 نصرت شریک حال بہر حال چاہئے
 کچھ غم نہیں حضور کا اقبال چاہئے
 کب تھی امید حکم و عادیں گئے مجھ کو شا
 بیشک یہ سب ہوا کرم ضعیفم الہ
 دن بھر اکھنیں کو یاد کیا ہے بانٹا آہ
 آساں ہوئی عجب مری مشکل خدا گواہ
 اب کیا بساط ہے صفت افواج شام کی
 تائید ہے خدا کی مدد ہے امام کی
 شیخوں کا قصد رکھتے ہیں وہ پر عناد
 پہلے انھیں کو دیکھ لوں مٹ جائے سب فراد
 کانپے یہ کہہ کے غیظ میں جوش آگیا زیاد
 بوسے گلے لگے کہ شہنشاہ خوش ہنسا
 میں تم سے مطمئن ہوں عبت غم ہے شاد ہو
 جاؤ نظر نصیب رہے با مسراد ہو

میدان جنگ کی تیاری

بوسے دئے قدم پہ یہ سنکر بہ افتخار
 مس کر لی ذوالفقار سے شمشیر آب دار
 جلدی فرس فرنگ کے وہ غازی ہوا سوار
 تیغیں پکڑ کے ساتھ چلے شہ کے جان تار
 چھوٹے بڑے تھے جتنے دلیر آگے بڑھ گئے
 بڑھنے نہ پاسے تھے کہ یہ شیر آگے بڑھ گئے

بولے ہر اک کو روک کے عباس فی حشم تم سب رہو حضور شہنشاہ باکرم
 واجب ہے یاں محافطت خیمہ حرم یہ اور معرکہ ہے اکیلے لڑیں گے ہم
 دعوے ہیں ان کو وقت، جرات نمائی کا
 سب مل کے گر لڑے تو مزا کیا لڑائی کا

ہاں تیرے فوج کا جب غلغلہ ہو بند بھنبکار ضررتوں کی بھی سب جا بجا ہو بند
 دہشت سے تیغ تیز کی چلتی ہوا ہو بند اک غل ہوا لفرار کا شور و غنا ہو بند
 کیونہ دکھ عطش کے ہیں ہر نیکیات پر

سقوں کو جلد لایو نہر فرات پر
 یہ کہہ کے چاہتے تھے اٹھا دیں دھر سمند کی بڑھ کے خادما ت محل نے صدا بلند
 جلد آئے حضور مراتب بڑھیں دو چند مضطر ہیں اہلبیت شہنشاہ ارجمند
 صدر ہے خواہر شہ والا نژاد کو

کسی ہیں مجھ سے مل کے رہاں جہاد کو
 آئے یہ سن کے جانب عصمت برائے شاہ ٹھہرے مگر سمند پہ پیر و ن بارگاہ
 زہرہ کی بیٹیاں یہ پکاریں بہ اٹک و آہ بھیا حرم میں آؤ کہ ہم دیکھتے ہیں راہ
 بہنیں شاکون سے تھے اہتمام میں
 کیا تھا کہ صبح سے نہیں آئے پیام میں

پانی سحر سے بند ہے لے ابن بو تراب ہے سے سے دکھائیں صغیروں کا اضطراب
 تم لو جبر نہ آکے یہ کیسا ہے انقلاب تسکیں بہت ضرورت تھی ممکن تھا جواب
 ان آفتوں میں ظلم نفسیوں کا کون ہے
 پھوڑا تمھیں توجہ غریبوں کا کون ہے

لواب سکینہ جان کو آکر گلے لگاؤ اصغر کا حال غیر ہے بانو کے پاس جاؤ
بھابھ ہماری سب سے محبوب اُسے بلاؤ مل کر بھول جاؤ جو پانی سے تو لاؤ

ایں کی طرح گو کہ طلبگارِ خسیر ہیں

دیکھو شکستہ دل نہ کہیں میں جو غیر ہیں

رُئے یہ سن کے تر ہوا اشکوں کے روتام کی عرض یہ بجا ہے یہ غیرت کا ہے مقام
پانی کے اہتمام کا عمدہ ہوا پائے نام میں مرتہ جاؤں آلِ پیمبر ہوش نہ کام

نام ہوں اہلبیت میں جایا نہ جائیگا

یہ منہ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

دیکھوں جو گھر میں غم کا قرینہ تو کیا کروں بے آب ڈوبتا ہوسفینہ تو کیا کروں
روئے جو بنت شاہ مدنیہ تو کیا کروں سوکھی زباں دکھائے سکینہ تو کیا کروں

پایا ہے حکم اب شہ والا صفات سے

بس گھر میں اُس کے آؤنگا پانی فرات سے

آتا میں کیا کہ صبح سے کھائی ہے یہ قسم گھر میں نہ جاؤنگا جو پانی ہوا بہر قسم
اس دم بڑھے ہیں وہ پئے تارا جی حرم مجھ کو بھی اب حلف ہے جو درپے کھوں قدم

بے فتح یہ بھی ہے کہیں ممکن قراروں

اتوں فرسے تب جہا نہیں مارا ماروں

روئیں قلع پہ بھائی کی شہزایاں اودھر گھوڑا اودھر جری نے اٹھایا ابہ کروفر
جلدان کو بڑھ کے دی کسی جاسوس کا خبر ہر شیا ہو کہ آگئے عباس نامور

دیکھو جو سر عزت پر ہیں مل جاؤ راہ سے

چھپ جاؤ بھاگ جاؤ نکلیاؤ راہ سے

آتکے اس جلال میں وہ آسمان خراب جل جائے دن کو آنکھ ملائے جو آفتاب
کیا جائے کہ فوج کو فرزند بو تراسب کیوں کر ملا کے خاک میں مٹی کرے خراب

نو کا ہے جب سے گھاٹ پہ تم نے دلیر کو
اُس دن سے آج تک وہی غصہ ہے شیر کو
کیا جانے کس ایام پہ ہے کھا چکا قسم رخصت کو بھی کیا نہیں گھر میں وہی قسم
پیاری بھتیجی روحِ دعاں سے جو تھی نہ کم پرغانہ کی تڑپتی ہے کیوں واسیرِ علم

رو کا بھی خواہروں نے شہرِ رحمت کی
پرکھ سنا نہ باگِ امتدادی سمندر کی
نام اس جہی کا سنتے ہی کلپنے وہ رُسیا ابنِ رکا باغول سے بھاکا سوتے سپاہ
دو دلوں نے یہ کیا کہ سمتِ کرمان ماہ تلواریں کھینچیں آڑ میں دھالوں کی لی پناہ
حلقہ بنے وہ چھا گئی ہیبتِ دلیر کی
دہشت ہو جیسے گلہ میٹھاں کو شیر کی

حضرت عباس کا میدان میں پہنچ کر عجیب و غریب طعنیہ رجز

پہنچا دلیر کے یہ نعرہ بصد غضب ہشیار ہو ہم آئے سنبھل جاؤں گے سب
اس دن کے مہربان ہو تم تو ڈرو نہ اب ہم تھے تلاش ہی میں دیکھیں ملے وہ کب
تک شاید انتظار اسی رات کے لئے
آئے ہو سب چھپ کے ملاقات کے لئے

ہے کس طرف و دوست ہمارا بن کا ب پچھیں مزاج پہلے اسی کا نہیں ہے تاب
ڈھالیں ہٹاؤ منہ کے دکھانے میں کیا حجاب آنکھیں ملا کے دو ہمیں کچھ بات کا جواب

پھر خواستگار بحث لے آنجو کے ہیں
مشاق ہم پھر آج اُسی گفتگو کے ہیں

ہاں کیا کہا تھا نہ یہ بریانا ہوں خیاں دریا یہ کیوں اترنے کے لائق نہ تھے امام
یوں نہیں سروں پہ ہے نشیتر انتقام اب صفحہ جہاں پہ رکھوں گا تمہارا نام؟

لو تیغ و تیریا کوئی حسد بہ سنبھال لو

یہ وقت آخری ہے تمنا نکال لو

عالم بھینچ جائے جوازِ غرب تا بہ شرق اڑ جاؤ آسماں پہ کہ زیرِ زمیں ہو غرق
کہتے ہیں جو نہ اس میں ہوا ہے نہ ہو کافرق دیکھو یہ تیغ ڈھونڈھکے تم پر گرے گی برق

جویا ہو جواہل کے وہ سر پہ ہے گم نہیں

بس یہ سمجھ لو خوب کہ دنیا ہے تم نہیں

اچھا ہماری تیغ سے مرنے میں گرے ڈر خود گردنوں پہ پھیر لو تلواریں کھینچ کر
یہ بھی نہ ہو تو قتل ہو لڑ بھڑکے ہمدگر بے اسکے جا بھی سکتا ہے بچکر کوئی نفر

ہم کہہ رہے ہیں تم نہیں بڑھتے مقام سے

کیا منتظر ہو کیوں ہمیں کھینچیں نہام سے

ہم یہ تو مانتے نہیں کا بنو کہ مقرر تھاؤ شیخوں کو چھپ کے آئے تھے خیر بھی ٹوٹاؤ
دیکر دہائیاں سٹہ عالم کو پھیر لاؤ گدی سے کھینچ لوں یہ زبانیں جل چلاؤ

دیکھے پکار کر جسے عادت ہو شور کی

اب وہ نرا تمہاری سزا ہے ہو چور کی

جنگِ شہزاد

پرچی تھے یہ سخن جو کلیجے ہوئے نگار کرکیں کماکشوں کی کمانیں کئی ہزار
فرمایا باگ اٹھا کے خبردار ہوشیار کیا جلد اڑا سمٹ کے وہ شہزاد بیقرار

ایسے پھلاوے رکتے ہیں کبلیں غنچ میں
اترا سروں کو پھانڈ کے حلقے کے پنج میں

وہ سمجھے ہم میں گھر گیا اب ضعیف و غنا جلدی میں تیر گرد سے سب نے کئے ردا
تاوک نہ پہنچے تھے کہ اڑا پھر وہ بادپا حلقہ تھا خود ہدف ہوئے دیوانی جفا

کچھ سننے لگے کتنے عہدہ جو لوٹنے لگے
تیروں سے اپنے آپ عدد لوٹنے لگے

ادھر سے اور پڑنے لگی اک بلا کی ضرب وہ ضرب کہہ سکوں جسے دست کی ضرب
نعرہ تھا لو یہ ضرب خیر کشا کی ضرب بے کے تو ہاں سپر کوئی تیغ قضا کی ضرب

ایک ایک چار چار میں منہ مار دھاڑ میں
پہروں کو پھر بھیاؤ گے ڈھانوکی آڑ میں

دم بھر میں دیکھے لیتے ہیں تم سب مال کیا بھاگنے نکل گئے غول سے کوئی مجال کیا
اس جنگ کو بھی سمجھے ہو پسلی جلال کیا دیکھو تو اب ہے حکم شہر خوشحال کیا

دریاے گا خون کا ندی کے پاٹ سے
تب جائیں اب کہو کہ کن جاؤ گھاٹ سے

اس دن بھی تم بڑھ کئے تھے فوج ضلال سے نزدیک تیغ تیغ سے تھی ڈھال ڈھال سے
کیا بس تھا حکم بادشاہ خوشحصال سے نول تن میں جوش کھاتا تھا ضبط طال سے

پھر تو کرو وہ سرکشیاں پاؤں گاڑ کے دندا دوں دشت ظلم کے طبقے کو بھاڑ کے
گھوڑا یہ تب کے گازیں پہلے چل توے چہرے بگڑ کے جنگ کا نقشہ بدل توے
روکی ہے ہر فوج جہنم میں چل توے دل کا بخار تیغ کے منہ سے نکل توے

امکن نہیں کہ ہاتھ سے میرے اماں ملے بھونکوں وہاں تمہیں کہ نہ پانی جہاں ملے
یہ کہہ کے ڈلتے تھے کہ ہتی ہتی رزم گاہ جا پڑتے تھے جیدھر کو الٹ جاتی تھی پاہ
اوپر تلے تھے ڈھال کی ادھر سے رو سیاہ قہقہے کی برہکیں وہ اللہ کی پتہ ساہ
کہتے تھے توڑ کر دہن اہل شام کو

اس منہ سے پھر کہو کہ اٹھا لو خیام کو الٹی یہ صفت پراوہ کیا بڑھ کے پائمال
اللہ سے اس ہزیر کی بیستانی جدال بجلی سی دم نہ لیتی تھی نمشیر بے مثال
تلاویں سب کٹی ہوئی دو دو ہر ایک کے حال ہمت نہ تھی اہل کو کہ چوے جو جھکے ہاتھ

غصہ پھر اس پر یہ تھا کہ چلتا تھا رک کے ہاتھ ڈانٹا فرس کو اور انھیں پائمال کر
جھگڑا مٹا دے ختم جدا نوشتہ سال کر جھنجھلا کے بولے تیغ سے جلد انفصال کر
ہاں سے پہلے کاٹے پاؤں کو جھٹکے تو بھاگے نزع کے کوئی حرامی حلال کر
سیلے میں دم رکا ہے کہ چلتی ہے رک کے تو

جلدی تو قتل کی ہے نہ جھنجھلائیں کیا کریں
 رحم ان پر نہ جو پھر بھی فرمائیں کیا کریں
 بڑھ کر اماں دی کو چلے آئیں کیا کریں
 دل کے پھیپھوے ہم کے دکھلائیں کیا کریں

سے مکر طینتوں میں نثر بیان شام نشی
 کیا ہو جو کردیں غل کہ دہائی امام کی
 سنتے ہی شیر بگیا خوش مسک عنان
 تاپیں نہ میں پہ مار کے دوڑا کہ الاماں
 اس عزم پر چمک کے اٹھی تیغ جانتاں
 سو جسے تو قوتوں میں بڑھی ضربت گراں
 ہاتھوں نے قصہ کر یارن کی صفائی کا
 بارو میں زور آگیا خیر کثانی کا

غصے میں ایک وار جو سن سے چلا ادھر
 پوچھو نہ کتنے کٹ کے اٹے خود نثر کے سر
 پھر اس طرت جو زن سے چلی ضربت دگر
 اتنے ہی سرا دھر بھی گرے جل کے دور تر
 آئے بھی کی وہ ضرب ہراک بن الٹ گیا
 پھر اک عتب پہ ہاتھ پڑا رن اکٹ گیا

نصرت نے دی صدا کہ علی کی دغا ہے
 حملہ نہیں نمونہ قہر حنا ہے یہ
 صولت پکاری دید بڑ مر لٹھنے ہے یہ
 تائید چہنق مدد کبریا ہے یہ
 بس خاتمہ ابان کا ہے صفد کے ہاتھ سے

جو میں یہی نکلی تھیں حید کے ہاتھ سے
 نسہوں میں جسم میں روح رواں کئی
 اب اسٹیم نیم جاں میں کہ ہر تن میں جاں کئی
 پوری نہ نکلی منہ سے صدا کے فغاں کئی
 کیسی حیات قطع تھا وقت مہات بھی
 لو چار ٹکڑے ہو گئی کٹ کٹ کے بات بھی

کیا کہتی ناریوں کے بھلا بے اماں وہ برق
جھمکی کبھی یہاں کبھی کونڈی ہاں وہ برق
بجلی سے بھی سوا تھی کہیں جاں ستاں وہ برق
جسموں کو پھونکنے دیتی ہے آتش فشاں وہ برق

بھاگیں کہاں کہ امن بجز آسمان نہ تھا

روحیں حلی ہوئی تھیں وہ کالا دھواں تھا

بڑھتے جری پہ کیا وہ سناؤں کوتان کے
فوج آپری ہے ہم پہ دلوں میں ٹھان کے
لائے پڑے ہوئے تھے اندھیرے میں جان کے
ایک اک سے لڑ رہا ہے حریت پناہ جان کے
ہنستی تھی دیکھ دیکھ کے موت اس لڑائی کو

بار بار رہنے بیٹے کو بھائی نے بھائی کو

اٹھتی تھی جب چاک کے وہ کشیدہ شعلہ در
بڑھتے تھے کر کے ہلے کا نعرہ جواہل شر
ہوتی تھی تب تیز یہ بھائی ہے یہ پسر
پھپکتی تھی وہ ضو، نہ کچھ آتا تھا پھر نظر
سرے کے تیغ کہتی تھی مجھ سے زرا ملو

مارا ہے جن کو تم نے وہ سبیل میں جا ملو

جانوں پہ ہے یہی ہوئی جرات کھائے کون
دن بھی نہیں ہے رات ہے بڑھ کر بجائے کون
جب یوں بگڑ گئی ہو لڑائی بتائے کون
لشکر بہت ہے دور مدد کرنے آئے کون
پہلے سپاہ گرد تھی اس ارجمند کے

کاوے میں اب وہ آپگھرے ہیں سمندر کے

بھاگا نخل کے غول سے گر کوئی بد سال
سب کٹ ہی ہے گرد سے فوج زبوں خصال
بے سر ہوا وہ یا کیا گھوڑے نے پامال
حلقہ بھی ہوتا جاتا ہے چھوٹا یہ اب ہے حال
جو یاس ہے رشت فتح سے کس وقت جا ملے

کوشش یہ ہے کہ دائرہ نقطے سے آ ملے

لو مریجے قریب میں اب جو تھے آٹھ دس زندہ رہا نہ کوئی چپ راست پیش و پس
چمکار کے سمت کو روکا کہا کہ پس شمشیر سر نشاں بھی رکی جب تھما فرس
تھما نہ وہ تو رک کہیں سکتی ہے برق بھی
بادل بواں ہو جب تو جھپکتی ہے برق بھی

فتح

مضطر تھے اس طرف شہ عالم کے جان تار سنتے تھے تیرگی میں وہ غوغائے گیر و دار
آوازیں ضرب تیغ کی آتی تھیں بار بار یہ غم کچھ جو اور ہو واں رنگ کارزار
سب ل میں دھنس گئیں سپہ نابکار کے
کٹ جائیں کاٹ کر انہیں مر جائیں مار کے
نعرہ کیا نطفہ کا یکا یک جو شیر نے بوئے حبیب تن کے "وہ مارا دلیر نے"
دکھلا دی راہ مرگ انہیں رست کے پھیر نے دھڑکوں میں ل الٹائے تھے تنی دیہ نے
تشویش ہوگی واں شہ عالی مقام کو
چل کر بس اب خوشی کی خبر دو امام کو
فرمایا بڑھ کے شاہ نے ٹھہرو وہیں ہم آئے جس کا خدا معین ہو کیونکر ظفر نہ پائے
اللہ اس جہی کے ارادے کو اس لئے آفت جب آئے حافظ عالم یونہی بچائے
ہر صفت ابھی ہے غرق بہ بن ترائی میں
لوہے کی کاشنی ہیں جداریں لڑائی میں

اس سر کے کالفت کیوں تیرگی میں کیا ہاں جلد روشنی کا ہوسا ماں ہر ایک جا
 ملتے تھے نوجواں جسے دیکھیں وہ اب غا اس رنگ سے کبھی کبھی بڑتے تھے مرقعی
 نو عمر سیکھیں ڈھنگ یہ تیغ آزمائی کا
 لڑکے بھی دیکھیں بڑھ کے تماشا لڑائی کا

میلان فوج یزید کی ہرزہ سرائی

واں سنئے جب آئے ہیں شیخوں کے لوگ ادھر اس دم سے ہے تمام مسلح سپاہ شمر
 نامی وہ اب آئے ہیں باندھے ہوئے کر جرات کے دلوں میں یہ باتیں ہیں ہمدگر
 جانا بن رکاب یوں کیا ضرور تھا
 شیخوں کا پھپ کے قصہ شجاعت دور تھا
 بوئے تھے سب جواں کبھی دل مطمئن نہ تھا شاید صلاح کار بھی کوئی مسن نہ تھا
 اچھا جو خوف بادشاہ انس و جن نہ تھا رستے کورات ہی انھیں ملتی تھی دن نہ تھا
 وہ کیا لڑیں گے بہت تھیل انکی پست ہے
 یوں فتح ہو تو فتح نہ سمجھو سکت ہے
 اس ن جو زک ملی تھی انھیں اس کے تھا ملال بدلہ ہم اس کا ٹوک کے لیتے دم جلال
 اب پہنچے ہونگے دیکھئے ہوتا ہے کیا مال خیمہ نکالنے دینگے و سب ہیں علی کے لال
 غافل نہ ہو گے گو کہ نہیں کچھ خطر انھیں
 واں ہیں امام دیں گے فرشتے خبر انھیں

ہم آئے اسلئے تھے کہ ہونے کی جنگ نام آؤں کے خون میداں ہولالہ جنگ
 ہیبت سے اُس جبری کے ہیں ان کے درنگ عباس شیر دل سے لڑائی کی تھی اُننگ
 ہوتا نہ دخل کچھ سپہ بیدریغ کو
 لے لیتے اُن سے یا نہیں بھیتے تیغ کو

ابن رکاب اور فرورپا ہی بھاگ کے آتے ہیں

باتیں یہ کر رہے تھے بہ نخواستہ بد اس اس ابن رکاب بھاگتا پہنچا بصد ہر اس
 گہرا کے پوچھا "خیر تو ہے کیوں ہے بد اس" چلایا "جلد بھاگو بہت آگے ہیں پاس"
 بولے بگڑ کے "کون بہت پاس آگے"
 وہ گر پڑا یہ کہہ کے کہ "عباس آگے"
 اتنے میں اور بھاگتے پہنچے کئی سوار آواز دی وہیں سے کہ ہو جاؤ ہوشیار
 سب کٹ چکے آگے تھے جو وہاں بہر کا زار دریا کی سمت ہے رخ عباس نامدار
 دیکھے نہ تم کو شیر ادھر آتا ہے گھات میں
 گھوڑے چراغ پانہ ہوں بھاریات میں
 دکھی ہے جسے تاب ضیا بار تیغ کی آنکھوں میں برق پھرتی ہے ہزار تیغ کی
 ایسی بھی سنی نہیں پکار تیغ کی کانوں میں بھری ہے ڈھنکار تیغ کی
 اک شور تھا کہ ہتر خدا ہے بدل نہیں
 بروں میں نکلے دل سے یہ ایسی دل نہیں

بڑھ کر بکارے دوسرے کچھ پکیاں یوں بہم لو اب قریب آگئے عباس ذبحتم
 بجلی نہ سمجھو ہاتھ میں نم شیر ہے علم وہ دیکھو مرکب آتا ہے بڑھتا قدم قدم
 ہٹ جاؤ کوئی بڑھ کے نہ ٹوٹے دیر کو
 گھوڑوں کے منہ پھرا دو کہ دیکھیں شیر کو

دوسری جنگ کی تیاری

سنا تھا یہ الٹ گئی دولاکھ کی سپاہ بودے تھے جو نکل گئے کوسوں کی نہ خواہ
 بڑھ بڑھ کے یہ پکے جیلے میان راہ بھاگتے ہم بھی آج ہلا دینگے نہ مگاہ
 پیکر دیں بڑھ کے جانب یا اگر اچھے
 گھوڑا وہ کیا ہوا تو ادھر کی ادھر چلے
 یہ کہہ کے چھاگئے رہ دریا پہ بد گھر خانوں سے شانے ملگئے تاہر سرے سر
 پھر آگے دبے بائیں جو بڑھ آئی فوج شر میدان جنگ پنج میں آئے لگا نظر
 صورت یہ تھی چچی ہوئی سبے نگاہ تھی
 جا اتنی خاکناتے محیط سپاہ تھی
 روشن ہوئے خوشعل و ہتاب سب کے سب جنگل کو آگ لگ گئی دن ہو گئی وہ شب
 پیدا ہوئی سواری صرغام شیر رب سستے پہ غل ہوا کوئی آگے بڑھے نہ اب
 یہ دولت نامیوں کی ہے جنگ آزادی کا
 دیکھو تم اپنی جاست تماشہ رانی کا

دریا پہ سب یہ لوگ ہیں مشہور روزگار وہ خیر زہے ابنِ ید اللہ نامدار
کس غلغلا ہو دیکھئے کیا ہو کمال کار دعوے کا معرکہ ہے یہ سب اکھے کی کا نزار
ان سے ہنر کھلے کوئی یا اس غیور سے
منصف ہیں ہم تو داؤ غا دینگے دور سے

جنگ نشان

نامی وہ جن کا سامنے تانہ رہے ہجوم سبقرہ زن ہیں ملتی ہے سائیٰ مریوم
نیکے صفوں سے ان کی کئی افسرانِ شوم تھا جن کے ساتھ مایہ نازِ شامِ روم
بچے اڑا اڑا کے سمندوں کو ماہ میں
کاڑا علم تھے وسطِ رزم گاہ میں
آئے ادھر سے حضرت عباس صحتِ لشکر بولے ملا کے شیر سے آنکھیں وہ تیغ زن
آجائے گرمزاج میں سن لیجئے اک سخن پھر معرکہ ہے آپ ہیں ہم لوگ اللہ یہ زن
کیا فائدہ کہ ملت میں لشکر کی جان لیں
بس آپ ہم کو آپ کو ہم لوگ مان لیں
یہ سچ کہ آپ پر ہے شجاعت کا اختتام جماعت کو ہر دیار میں ماننے ہیں خاص و عام
لیکن جہاں میں ہم نے بھی پیدا کیا ہے نام جو پہلواں ہے عہد کا اپنے ہے نالِ سام
دعوے ہیں آپ ہی سے فقط کا نزار کے
مردوں کا نام بڑھتا ہے مردوں کے مار کے

میدان میں بڑھ کے اسلئے گاڑا ہے یہ علم
سب کو لیں ساکھ سے لڑتے ہیں بھی کم
دیں بہر جنگ فاصلہ دونوں طرف ہم
پھر آپ ادھر سے حملہ کرناں میں ادھر سے ہم

طول اور کیوں زیادہ ہو حیرات نمائی کو
لے لے علم جو بڑھ کے وہ جیتا لڑائی کو
فرمایا اس جری نے کہ بہتر ہو اُدھر
ہم تم سے ہر طرح پہ میں مادہ جنگ پر
یوں ہو مقابلہ کہ ہو سب فوج حملہ ور
ہر طرف سے شکست ادھر ہے ادھر تفر

مٹ جائیگی نمود کے ساتھ آن بان بھی
اب نام ہوگا ہاتھ سے کھویا نشان بھی

دوڑا گئے پٹکے وہ گھوڑوں ایک بار
آیا ادھر سپاہ کی حد پر یہ نامدار
دیکھا فرس پہ آتے ہیں سلطان دی قار
تیکھے ہیں مرکبوں پہ عزیز و رفیق و یار

غول آگے خادمان امام غسیور کا
سا ان روشنی ہے کہ دریا ہے نور کا

آواز دی یہ شہ نے کہ عباس مر جا
کیا معرکہ وہ جیتے ہو روحی لکا لقا
اچھا جو آن بان کی لیتے ہیں اشقیاء
جب تک ہ بڑھ نہ لیں تم اکھٹا نہ بادیا

کیوں تو فرات ابھی صفت لشکر کو بھاڑ کے
صفدر وہ ہے بنائے جو اپنی بگاڑ کے

یوں ان کا دل بڑھ کے لڑ جب ٹھہرین ہم
ہر بار سمجھیں شیر سے اب بے لیا علم
گھر گھر کے خود سپاہ مخالفت میں مبدم
حلقے کو کاٹتے ہوئے نکلو بصد چشم

مارو اسی کو ہاتھ اٹھے جس دلیر کا
کھل جائے یہ کہ فتح پہ قبضہ ہے شیر کا

کہتے ہوئے جو کہ یہ سلطان ہیں نیاہ
تعلیم فن رزم ہے یہ تو خدا گواہ
دست ادب کے جوڑ کے بولادہ عرش جاہ
خادم بجاوہ لائیگا جو کچھ ہے حکم شاہ

عزت وہی ہے ختم امام انام پر
آقا ہیں آپ پر ورثیں ہیں غلام پر
میں کیا ہوں جنگ کیا مری یا شاہ نامدار
رکے گا بھی غلام نہ دو ایک لکے دار
صدقہ تھا اس قدم کا جو سر کی جو کارزار
جس طرح سے لڑیں گے لڑائیگا جان تیار

اس گھر کی آن بان بھی جرات بھی نکھلیں
بات آپڑی ہے گر تو شمعیت بھی نکھلیں
لو مرکوں کی لیں وہ عنائیں عدو بڑھے
شاطر ادھر سے کر کے یہ غل چار بڑھے
یقین کنخیں چیں انہیں سپر تہ نہ خو بڑھے
آگے ہوں جو نہیں اسد جنگ جو بڑھے
دیکھو صفوں سے معرکہ جنگ آزمائی کا
پچھے دو کہ تنگ ہے میدان لڑائی کا

غازی نے بھی ادھر سے اٹھایا جو رامپور
طے کی تھی کچھ ابھی رہے میدان کارزار
اکٹھا غریب آ مسد جہاں نامدار
ناوک خطا شعاروں لے مارے کسی ہزار

قربان اس ہزیر کی اس آن بان کے
نیچا سپر کو کر دیا سینے کو تان کے
سب تیر تو نکل گئے سن سن ادھر ادھر
بھنچھلا کے غریظ میں سے کھینچا لے ادھر
پاک خدنگ پڑ گیا جوشن پہ آن کر
آواز دی یہ شہ کو کہ یا شاہ بحر و بر
لایا بجا جو حکم دیا تھا امام نے
دیکھیں حضور تیر یہ کھایا غلام نے

سن کر ہوا یہ حال کہ صابر تھے گواہام
 غیظ آگیا قریب تھا دیں حکم قتل عام
 اللہ سے جلال عزیزان نیک نام
 دنیا ہر اک نظر میں سیہ ہو گئی تمام
 گو چپ تھے داب بادشہ حق نبوت سے
 غصے میں لال ہو گئے سب غم کے جوش سے
 پاس آئے قتل کے اکبر ہر و بصد محن
 نکلے غصہ میں کانٹے ہونٹوں سے یہ سخن
 کھایا چچانے تیر سلامت ہی تیغ زن
 اب بچے حکم قتل نہیں یا شہ زمین
 دیکھیں گے ظلم و جبر نہ قوم عذاب کے
 ہم جاڑیں گے سب ان بھی گھوڑوں داب کے
 کہنے کو کچھ تھے سرور دیشاں کہ ایک بیک
 پیدا ہوا علی کا یہ نعرہ تہہ فلک
 آپہنچے ہم نہ جائے ادھر سے کوئی کمک
 اس معرکے کو دیکھیں گے انش و جن ملک
 عالم ہے اور ہاتھ میں تیغ دو دم نہیں
 افسوس ہے کہ آج کو دنیا میں ہم کہیں
 عباس تیر کھالیا اب بھی ہے انتظار
 بڑھیں حیل کیا تب اٹھاؤ گے راہوار
 منہ کر چکے تھے جانب میدان کارزار
 بے فتح مرے بات کی کیوں میے یادگار
 جمات بڑھادی جنگ کی اس قوم زشت کو
 آج اب تمہیں لڑاکے پھر ونگا بہشت کو
 کوندی بس اتنی دیر میں اک برق ضوفاں
 آنکھیں کھلیں جھیک کے جو سب کی یہ تھاں
 تابندہ ہر کھارخ عباس نوجواں
 ہم تاب ذوالفقار تھی شمشیر بے اماں
 حیدر کی سب تھی شان رعب دیر تھا
 گویا خدا کے شیر کے قاب میں سیر تھا

لی باگ تن کے اٹھ بے غم شکار اڑا دوڑا کہ رنگ بلیق لیل و نہار اڑا
 پہنچے جو اس علم کے قریں رہو اڑا اڑا مثل مولے تندر ادھر بے قرار اڑا

پہنچے ہی اں تھے تہڑ و غا جس نشان تھی
 جا کر لیا بدی اٹھین لت جہاں یہ تھی

ڈانٹا بس اپنے ٹھہرے قدم ہوشیار ہو دیکھو ہوا علی کا کرم ہوشیار ہو
 بستھلو کہ اور ہو گئے ہم ہوشیار ہو بے جنگ لے لیا وہ علم ہوشیار ہو
 دعوئی جو پھرا بھی ہو بڑھو امتحان کو

اب تم ہمیں ہٹا دو تیرے لو نشان کو

ان سب سے بھی کڑے حیرے بھٹ کے آئے کچھ لوگ دہنے بائیں بھی دوست بھٹ کے آئے
 اسوار کچھ عقب پر بھی گھوڑے ڈپٹ کے آئے جب سب طرف سے بندھ گیا حلقہ تم کے آئے
 آگے بھی تھے جرمی یہ کیا کس دیر نے

گھروا دیا خود آپ کو فوجوں میں شیر نے

آپہنچے وہ تو ڈال کے کاوے پہ بادیا دو تین تیس دونوں ہاتھوں میں لے لے دغا
 چلنا یہ دیکھو سیب دوستی کا ہے نیا اک بکلیوں کا بندھ گیا حلقہ میر ہوا

واں سپہی کے خدنگ تو کیا اس سراہ کے

کٹ کٹ سے لاکھ ٹکڑے ہوئے نیرنگ کے

چلتے ہیں گرز و خیر و تیغ و تبر کے برچھے ادھر قلم ہوئے تاوک ادھر کٹے
 کٹنا یہ ہے دلوں میں وہ بیدار گرے اور آگے منچے جو بڑھ آئے تو سر کٹے

لواب غر نہیں کسی نامی دلیہ کا

حلقہ بند ہو گیا لاشوں کے ڈھیر کا

آپ اس طرف ادھر ہیں، کیونکر دغا کریں
 لاشوں کو کھینچتے ہیں کچھ راستا کریں
 فکر میں ہیں کس طرف کوئی حربہ رہا کریں
 عاجز ہیں ایک ایک کے کہتا ہے کیا کریں
 سیاف اس طرح کا ہو کوئی محال ہے
 لاکھوں سے لڑے ایک ایسا کمال ہے
 دیکھا جری نے جب پر انداختہ ہیں سب
 تلواریں دو نور دک کے کا از دی یہ تب
 کیوں کیا ہوا دُجنگ کا دعویٰ بڑھو نہ اب
 لاکھوں میں گھر کے لڑتے ہیں ہم یوں بقتلِ باب
 زخم یہ کیا ہے، کیا وہ گہبان گھاٹ کے
 اب بھی جدھر سے چاہیں کل جائیں کاٹ کے
 کیا ہے کہ شہسواروں کی ترکی ہوئی تمام
 ناقص ہوئیں کمال میں پیدا کیا ہے نام
 موجد فنونِ جنگ کے حیدر ہیں لاکلام
 یہ فن وہ جانتے ہیں جو بابا کے ہیں غلام
 تم کیوں سلاح باندھے ہو بیکارے ہیں
 جب چاہیں تھیں پس کہ یہ حربے ہمارے ہیں
 اس گھر سے خوف ہیں کیا انکی ہست و بود
 ادنیٰ تھا یہ محاربہ ضیفم و دود
 پایا علم لگائے تو تھے جنگ میں قیود
 دولت نصیب ہو گئی تھیں کسی کسٹی نمود
 جتنے میں ہاں ہے فتح انظر اختیاری ہے
 اچھا لڑو وہ اب جو لڑائی تمھاری ہے
 یہ سن کے سامنے سمٹ آیا وہ سب ہجوم
 ددڑا یہ خوش ادھر سے بڑھیں ہاں سے فوجِ ثوم
 حملہ ہوا بہم کہ ہلی سب وہ مرز بوم
 غل بڑ گیا مجادی تماشا یوں نے دھوم
 دوڑے یہ کہہ کے ہوتا ہے کیا رنگ دیکھ لیں
 لشکر اچھ بڑا تھا کہ یہ جنگ دیکھ لیں

گھوڑا اڑا ہزیر در آیا سیاہ میں تلوار اٹھی چمک صفت روسیہ میں
 بھاگی جو خوف جاں اجل رزمگاہ میں بڑھ کر سپر نے لے لیا اپنی پناہ میں
 سرکار کے امن 'اماں' دور ہٹ گئی
 تھرا کے پشت تیغ سے نصرت پٹ گئی
 قربان ضرب ہاتھ کی گردش سے سرکے سب ہر طرات کے نیزہ و تیر و تبر کے
 اللہ آگے، شریہ سب تا کمر کے پٹی وہ پوٹ 'سینہ' و قلب جگر کے
 لاشے نہ پھر کے دیکھ جو کٹ کر فرس گئے
 منکروں پہ راکھوں کے الٹ کر فرس گئے
 ضرب اور سن کی یہ اڑے سر وہ تن گئے کٹ کر شجر گئے کہ لے صفت ممکن گئے
 اتار سڑوں پہ اڑے فرس اہر من گئے بد بھیت ادھر الٹ گئے واں تیغ زن گئے
 وہ ہر نشان قوج بدایماں کا ٹوٹنا
 نیزوں کا ٹوٹنا کہ نیستاں کا ٹوٹنا
 پوٹ گئے وہ دست بریدہ سپر سمیت پھڑکے ادھر کے مچے یہ ہاتھ سر سمیت
 دو دو وہ چار آمنہ قلب جگر سمیت لڑا کر یہ ٹکڑے ہوئیں آنکھیں نظر سمیت
 پلکیں جھپک کے موت گلو گیر ہو گئی
 دیکھا جسے جری نے نظر تیر ہو گئی
 جن کے گمے نہیں ابھی پنچوں سے کٹ کے تھے پنچوں پہ زخم کھا کے جھٹکے ہیں ہٹ کے تھے
 انگلی جلد سے اٹھ گئی مارا بھیت کے ہاتھ غل پر گیا عقب پہ تو پھوڑا پٹ کے ہاتھ
 زخموں کی برق تیغ سے ابلا گ لگ گئی
 قطرے لہو کے جس پہ گسے لگ لگ گئی

کٹ کر صفیں صاف، پردوں پر پرے گئے واں سر گئے یہ جسم لہو میں بھرے گئے
 سینھ لے تھے کچھ کہ موت کو دیکھا ڈرے گئے ادھر سیر کی چل گئی جن پر مرے گئے
 سر کرٹے پاش پاش ادھر منہ مٹے ہوئے
 لپٹے ہوئے نشتوں سے نیچے اڑے ہوئے
 وہ تیغ جیچ چل گئی وہ تیغ زن کٹا جسم زخمت مثل خیار کہن کٹا
 کیا منہ تھا کبے ہڈیاں بولیں جو تن کٹا جس پر شری کھچا ک سے فریب بدن کٹا
 آجلا سا زخم کھل گیا چاک ہاں کی طرح
 پھر بہہ چلا ابل کے لہو نابداں کی طرح
 جن لہو میں صحت گئے صفا خدا کو توڑ کے زخمی اماں طلب ہوئے ہاتھوں کھوڑ کے
 سینھ لہو تیغ زن کوئی اک ہاتھ چھوڑ کے غصے میں دھڑکے پیچ لی گردن مرد کے
 جس کو لیا احسام کو تن کر عمل کیا
 پکڑا گلا، اچھال کے پھینکا قلم کیا
 ضربان کی گوہے ضرب شمشاد و الفقا وہ بھی مگر ہل محب و عنتر کے یادگار
 سر کھینچے آسمان پر ہے آواز گیدو دار حملوں سے رن کو زلزلہ آتا ہے بار بار
 ہلہ ہے چار سمت سے حیدر کے شیر پر
 عفریت ہیں کہ ٹوٹ پڑے ہیں لیر پر
 نعروں سے اس اسد کے بھی محشر ہے ہر طرف پھر ضرب قہر داہرا کبر ہے ہر طرف
 غل رن کے گرد بھی ہر بار ہے ہر طرف اوپے تلے چھ لاکھ کا لشکر ہے ہر طرف
 ہاتھ اٹھ رہے ہیں رخ طرف زم کاٹے
 ہانچل نہیں تلاء علم بحسب سپاہ ہے

آوازیں ضررتوں کی کہ جھٹا ہے میں گوش گرتے ہیں اڑ کے سر جھڑاٹھتا ہے اک خوش
پھر ہے یوں سد کہ نہیں جسم و سر کا ہوش وہ نعرہ بگیر و ببا و بدہ یہ جوش

بسل پڑے وہ درہم و درہم قشون کے
چراغے پھٹے زخموں کے شرانے خون کے

ڈوبے ہوئے لہو میں یلان سیاہ تن پیکل جل کے بریں بھی خونی ہے پیرہن
جھنکاریں ضررتوں کی صدائے زن زن لاشے بھی کاٹے جاتے ہیں لجن تلہے من

وہ وقت شب وہ معرکہ جنگ آزمائی کا

جاتا ہے منزلوں شل و غوغا لڑائی کا

لڑتا ہوا یہ شیر تو جاتا ہے گھاٹ پر داں ناصران دیں فرسوں یہ بکرو فر
کائی ہوئی سپاہ کی اس حد تک آن کر جاتے ہیں پھر پٹ کے سوئے شہادہ خرو

کہتے ہیں غل ادھر تھا جو تیغ آزمائی کا

آقا وہ اب ہے نہر یہ غوغا لڑائی کا

برپا ہے شور جرات جمار نامدار نوجوں میں دھنس کے ہو گیا غازی صفوں کے پا
جو دل تھا اس سپاہ کا لوبہ کا تھا حصا کاٹا ہے سمس پہاڑ کو اللہ کے کارزار

اڑتے ہیں وہ شر دم تیغ دلیر کے

اب معرکہ پڑا ہے تراکی میں شیر کے

پلاتے ہیں یہ خبر جو شہنشاہ دیں پناہ ہوتے ہیں گاہ خوش کبھی کرتے ہیں کس گاہ
تجربہ کمر کے جوش میں بڑھ جاتی ہے سپاہ ناگاہ سب نے جانب میدان جوئی نگاہ

دیکھا ہوا بل گئی رخ ہیں پھرے ہوئے

پٹے ادھر ہیں فوج کے بادل گھرے ہوئے

آگے ہیں افسرانِ سپاہِ جفا شیم
پہلے جھوٹے گاڑا تھا میدان میں وہ علم
جس تک پہنچ سکے بھی نہ تھے بالیٰ ستم
جیتے تھے معرکہ وہ علمدارِ زدی حشمت
کوشش یہ ہے کہ کھو تو چکے آن بان کو
رہجائے نام دوڑ کے لے لیں نشان کو

راہت پہ جب پہنچ لئے چلائے یوں عدد
ہو جائے بانجیر سپہ شاہِ نیک خو
دریا کو لڑکے لے چکا وہ شیرِ جنگجو
اب ہم علم یہ لیکے بڑھاتے ہیں آبرو
ہو گا عوض جو حکم نہ سکے اس مقام پر
قبضہ کرنے بڑھ کے غلامِ امام پر

نکر یہ شور دست بہ قبضہ ہوئے دلیر
لٹکائے سب ہیں رکے لاشوں کے ہونگے ڈیر
تھے بسکہ وہ علم کے قریں دور تھے یہ شیر
کشتوں نے جوڑے تیرکمانوں میں کی نہ دیر
نفرہ کیا غضب میں کسی نامدار نے
گھوڑے کی بالک ٹھادی کسی شہسوار نے

غل پڑ گیا یہ لینے نہ پائیں بس اب غل
بیٹھے سلجھل کے رخس پہ خود خسروِ اُم
لپکے جواں لئے ہوئے تلواریں برق دم
لڑکوں کے غول بڑھ گئے اور آگے سو قدم
بچپن کے ہر دغیظ میں تو رہ بدل گئے
قابو سے اپنے عون و محمد بھل گئے

وہ دقت تھا ادھر کہ چلے تھے یہ شیر نہ
ان افسروں نے ڈالے تھے رایت ہا ادھر
اکھڑا نہ تھا نشان ابھی ناگہ بہ کرد فر
آپہنچے رخس اڑا کے علمدارِ نامور
سن سے چلی حسام کہ دشمن جھوک پڑے
جن میں علم تھا ہاتھ و کٹ کر لٹک پڑے

بے دست ہو کے منہ کے پھل آئے دغا شوا کی اور ضرب کہہ کے کہ بود و سرا بھی وار
 بڑھ کر علم پہ ٹوٹا پڑے اور تابکار یہ بھی جھکے انھیں یہ چا شور گیر وار

کٹ کٹ کے ٹکڑے ہو گئے ہر پہوان کے
 کشتوں کے پستے بندھ گئے گرد اس نشان کے

لاٹ ابھی پٹرک ہی ہے تھے کہیں کہیں آہنے غازیان سیاہ ظفر قریں
 روکا بھوں کو بڑھ کے پکائے امام دیں ہاں مشعلیں اٹھا دو کہ دشمن ہوسب میں

بڑھ آئیں جن کو لطف ہو جنگ آزمائی کا
 اچھی طرح سے معرکہ دیکھیں لڑائی کا

عباس شیر دل مرے جہار مرحبا قطار دست بدعت اشرار مرحبا
 خالق بڑھائے ہمت پیکار مرحبا ڈوبی رہے لہو میں یہ تلوار مرحبا

کہہ سکتے کیا ہیں بے ادھر ہیں ہتے ہوئے
 آگے بڑھو پھر کئے دولائے کے ہوئے

ہاں میرے صفت شکن اسد ضیغم عروب چمکے سروں پہ پڑھ کے حسام قضا القتب
 دعوے بڑے ہر اکے ہیں نامی ہیں بے ادب رہ جائیں جو صلے نہ یہ جی بھر کے رٹیں سب

حربے ادھر کے تپتے لڑنے کے ٹوٹ جائیں
 ہاتھ ان کے ایسے نسل میں تلواریں ٹٹ جائیں

بولایہ ہاتھ جوڑ کے وہ آسماں مقام تکلیف کی حضور نے محبوب سے غلام
 اب کیا لڑینگے یہ ابھی بھاگے ہیں یا امام نہ یا یہ سب خود مٹی دھو گئے وہ نام

بہتر ہے پھر جو حکم ہے جنگ آزمائی کا
 بعد اس دغا کے نام نہ لیں گے لڑائی کا

یہ ذکر تھا کہ فوج گری آن کر وہ سب
 آگے تھے جتنے کاٹ کے انکو لہجہ غیب
 تیغوں کی تابشوں سے سحر ہو گئی وہ شب
 لاکھوں پہ جا پڑا وہ ہزار ہا شہر عرب
 پہلچل مچی یزید کی نامی سپاہ میں
 تلوار جم کے چلنے لگی رزم گاہ میں
 سن سن چلی تو گرز و سنان بے رکے
 یوں آپڑے یوں کہ ہزاروں کے سر کٹے
 جانیں لڑا دیں بڑھ کے جدھر سے ادھر کٹے
 تلوار سے لٹ گئے قلب جگر کٹے
 کیا لڑتے روسیہ ملک الموت ساتھ تھا
 جس نے بکولی ڈھال نہ سر تھا نہ ہاتھ تھا
 وہ تیغ برق تاب کس کس ہنر کے ہاتھ
 آفت ہیں سر کے ہاتھ قیامت کمر کے ہاتھ
 اپنے ہوئے جدھر پہ ضربا ہل شر کے ہاتھ
 حروں سمیت کٹ کے گئے درادھر کے ہاتھ
 جو جو بڑھ آئے فرق پہ آڑیں کئے ہوئے
 ڈھالیں بیڑوں سے اڑ گئیں پہنچے لئے ہوئے
 لو اب سمیٹے آتے ہیں اظلم ادھر ادھر
 گرتی ہے اب برق شر دم ادھر ادھر
 بادل پہ کے پھٹتے ہیں پیہم ادھر ادھر
 تیغیں برس رہی ہیں جہا جہم ادھر ادھر
 تھرا رہے ہیں دور بھکیت اس کمال پر
 گٹھتی نہیں وہ تیغ نہ رکتی ہے ڈھال پر
 حملہ کیا ادھر کبھی، جھپٹ ادھر کبھی
 اس دل میں دھنس گئے کبھی کاٹے وہ سر کبھی
 قلب پہ کو کر دیا، زیر و زبر کبھی
 پہنچے پلٹ کے میمنہ فوج پر کبھی
 گہرہ میمنہ سے میسر والوں پہ جا پڑے
 جب پھر علم پہ ہو گیا بھر پٹا پھر آپڑے

پھر اس نشان کے گرد اڑے سر ہزار ہا لاشے گئے زمیں پہ برابر ہزار ہا
اور اک پڑے علم پہ سمت گھر ہزار ہا ٹوٹے نشان و نیزہ و خنجر ہزار ہا
کانی یہ اب کی فوج کہ غصہ تھا خیر کو

دونا بلند کر دیا لاشوں کے ڈھیر کو
جوش غصہ میں ال کے کانے پھر شخرام
دیکھا کہ اب ادھر نہیں بڑھتے سران شام
حلقہ تھا جتنا لاشوں کا روزہ دیا تمام

شامت کھتی وہ پلیٹ کے علم پر جو آٹے
پھر باگ اٹھا دی رخس کی لشکر پہ جاڑے
اس حد کاٹتے ہوئے فوجوں کو سرسیر
چاپے میمنہ پہ ادھر سے بکرو فر
پھر دھنس کے میسر کی صفوں تک گیا گور

سستے بلند لاشوں سے ہر بار ہو گئے
ڈوبے جدھر سیاہ میں اُس پار ہو گئے
لڑتا وہ بھرٹوں میں وہ ہنگامہ و غما
واران کے خالی جاتے ہیں گرتے ہیں اتھتیا
حلوں کی حد نہ تیغ زنی کی کچھ انتہا
لو ہاتھ جھوٹے ہو گئے جھوٹوں سے اب ہونیکا

کتنے جری تھکے ہیں یہ جنگ آزمائی میں
گھٹنے زمیں پہ ٹیک لئے ہیں لڑائی میں
فرماتے ہیں ادھر سے یہ شاہنشاہ دلیر
واں دیکھے افسروں نے جوشوں کے اپنے دلیر
شاہان اب تو مارا مارا ہے میرے شیر
ساری سپہ کے کرفے دو غول کی مدد
ہر بد نہاد کھیل گیا اپنی جہان پر
دیا پہ ایک بھیڑ چلی اک نشان پر

جھپٹا علم پڑھ ہی ان کے وہ شہسوار یوں گسے شجر پہ ملخ جیسے بے شمار
لاٹے پئے جو گرد نہ ہوتے کئی ہزار رایت اکھاڑے گئے تھے وہ زبوں شعار

بجلی گری ٹپ کے ہر اک بد معاش پر
گھوڑے کئے الٹ گئے گھوڑوں کی لاش پر

چلتی تھی تیغ تیز برابر علم کے گرد بڑھ بڑھ کے کٹ رہے ہیں تمکرم علم کے گرد
کیا بد بلا ہیں گرد دلاور علم کے گرد اٹھتے ہیں گرد کے لاشہ بے سر علم کے گرد

کوشش وہی ہے جوش وہی ہے جوان کو
موتے ٹوٹتے ہیں کہ لے لیں نشان کو

کاوے میں خش کے انہیں رندار ہے شیر لاشوں کا ٹکڑا ہے بلند اس قدر ہے ڈھیر
کشتوں پہ چڑھ کے جاتے ہیں رایت پہ جو دلیر نیچے سران کے آتے ہیں غلطان عدو میں یہ

صورت یہ اب کٹی ہوئی فوج گراں کی ہے
سب بند ہے کھلی ہوئی چوٹی نشان کی ہے

دیکھا جو آپسے کہ وہ غدار عاجز آئے انبار کشتگاں سے فرس کو اتار لائے
آواز اٹھیں دی گرد تھے جوں پئے جہاں لو کہدو سب سپاہ سمٹ کر علم پہ آئے

لاشوں سے کھینچ لینے کی ہمت بھی کھلیں
جرات تو سب کی دیکھنی قوت بھی دیکھلیں

بوسے یہ سرکشان سپاہ زبوں شہیم کھیت اس طرف تو رہ گیا کیا فتح کا ہے غم
سب پر کھلا ہے زور یدائشہ ذی حشم لاشوں سے کیوں نہ کھینچ لیا آپ نے علم

کنوادی فوج رکھ لیا اس کن بان کو
پایا حضور نے نہ ہمیں نے نشان کو

فرمایا اس جبری نے کہ خفت کے ہیں کلام ہوتی حیا تو منہ سے نہ لیتے علم کا نام
 کیوں ہم نہ لے سکے یہ نشان سیاہ شام شرماؤ دل میں کچھ محققین منستے ہیں خاطر و عام
 اچھا پھر آگے روک لو گو وقت تل گیا
 دیکھو غل کا زور وہ رایت نکل گیا

یہ کہہ کے پھیلے پاؤں دبایا جو راہوار سب پنج میں وہ آگے غل کر کے ایک بار
 قربان جہات اسد شاہ نامدار برچھایا وہیں سے اڑا خوش بیقرار
 اونچا گیا سروں سے چھلاوا نکاہ میں
 چھید اسر علم اسی بچھے سے راہ میں

اکھڑا زمین سے ندر کے پلے میں ہیں علم لاشوں کے کڑے بھی نکل آئے کئی بہم
 اترافرس ادھر کہ جدھر تھے شہ آدم پھینکا نکان دے کے وہ رایت بصد شہم
 دوڑے اٹھانے خاک نے دشمن جناب کے
 گھوڑے نے کڑے کرے پاؤں کے داس کے

اٹھا تمام فوج میں اک غلغلہ عظیم کیا زور تھا دہل گیا سب بک کر لیم
 بڑھ کر پکارے واں سے خدیو ملک ندیم کیوں سرکشو یہ کیا ہے کہ طاری ہو گئے وندیم
 دعوے ہیں تم تو لوگ ہو سب آن بان کے
 رہ جائے نام اٹھا تو یہ کڑے نشان کے

پھر کہ بیدہ ہو گئے بھائی کو دی صدا اے میرے یادگار پیر میں تیرے فدا
 لاؤں زباں کہاں سے بے مدت و غنا دکھلا دیا ہے مجھ کو جنگ مرتضیٰ
 بس حشر تک یہ معرکہ کافی ہے آپ کا
 دنیا میں نام لڑ گیا بیٹے سے باپ کا

کب تک ملے گئے آکے بھرا آیا ہے میرا دل روزانہ آئے صدر منہ دوری ہے جاں گسل
اب انکی اصل کیا جو ہیں سال کے فصل دیکھو کہ کوئی بڑھ نہ سکا سب ہیں پابہ گل
ادب پختہ ہوئے پہلے ہی مرجاتے ان کے
نامی یہ ہیں جو کٹ گئے نیچے نشان کے

فتح اور حضرت عباس کو علم فوج حسینی ملنا

کچھ قصہ عرض رکھتے تھے عباس نامور بولے مصاحبوں سے شہنشاہِ بحر و بر
لاؤ نشان فوج بنی جا کے جلد تر آیا علم تو لے کے بڑھے خود چشم تر
فرمایا پیار سے کہ عطیہ خدا کا ہے
رایت وہ کیا تھا تو یہ علم لفظی کا ہے
اے ثانی علی تہ افلاک نہ طبق لائق کھٹا ہے یہ ہے تم اس کے ہوسحق
قدر اسکی جانتے تھے دلیرانِ مابین غم سے منافقوں کے بھی لڑ نہ ہو گئے تھے فوج
تشویشِ فتح جب تھی رسولِ قدر کو
خیبر میں تب ملا تھا جنابِ امیر کو
طوبیٰ ہے جس سے اوج میں کم و نشان ہے بالاسے جس کا جاہ و چشم و نشان ہے
بابا کے پاس تھا جو علم وہ نشان ہے دیتے ہیں خود جسے تمہیں ہم و نشان ہے
اب تک انھیں کے عہد سے بت کا تھا
اس عہد نشانِ امامت کا ساتھ تھا

کیا فتح کا صلہ دیں ہم اے ابن بوترباب بخشا علی نے تم کو علمدار کا خطاب
 جب تک ہوگی شمس و قمر میں دنیا و تاب تا باں رہے گا سر پہ تمھارے آفتاب
 آئے گا جب کہ قمر قیامت جلال پر سایہ کرو گے اس کا مہبان آل پر
 آیا دلیر جھک کے ہوئے شاہ تشدد لب خوش خوش لیا وہ منصب والائے شیر لب
 تم کو عطا و لطف بجالا کے با ادب چو ما علم تو رخ پر بڑھی سرخی طرب
 ادب کا تھا چاند پنجہ پر آب و تاب کا نیچے افق پہ رنگ تھا لال آفتاب کا
 پہنچے کے گرد رضا شاعین آفتاب روشن ہے یہ کہ رات کو نکلا ہے آفتاب
 پرچم نہیں ہے طرہ جولاں پہلا جواب دامان پاک رحمت باری کی ہے محاب
 جلوہ وہ بزرگوں وہ فضا دشت جنگ کی موجیں زمر دیں ہیں پھر یہی کے رنگ کی
 دیتے لگی دعائیں پس از تہنیت سپاہ پاس آگئے خوشی سے ملے سب زیر شاہ
 اکبر نے کی یہ عرض کہ غموائے عرش جاہ سناتے تھے جو وہ معرکے دیکھے خدا گواہ
 دعوے یوں لڑے کوئی کیا طرز جنگ تھا سچ ہے یہ دادا جان کے حملوں کا رنگ تھا
 کہنے لگے سب بھی الفار و اقربا اعجاز صفدی تھی حضور آج کی دعا
 فرمایا سب ہے پرورش خسرو ہوا مایت بھی بعد خلعت تھیں ہوا عطا
 ہوتے ہیں جان نثار اسی قدرت کے واسطے حیلہ کرم کو مل گیا رحمت کے واسطے

جنگ فرات

باہم بیان تو سب میں باتیں تھیں ناگہاں
 جنگی دہل فرات پہ گر جا کہ الاماں
 پہنچا سمٹ کے نہر پہ سب لشکر گراں
 حملہ ہوا ادھر سے بھی بھپٹا یہ نوجواں
 بھاگے شکست خوردہ سلاخوں کو چھوٹے
 گھوڑا نکل گیا صفت اول کو کوڑے کے
 مٹاپوں سے ٹوٹتے ہوئے نیزے جو تیز تھے
 روئیں تنوں کے روئنگے جسموں پہ چھڑ تھے
 ہیبت سے بند بند شریوں کے تھر تھرتے
 صیغہ کیا فرس لے لاسد خیلے گر گرتے
 اٹھنے لگے دغا سے قدم ہر دلیر کے
 صفت دوسری الٹ گئی نعروں سے شیر کے
 بعد ان صفوں کے تیزی صفت میں ہزار جری
 کچھ اسکے تھوڑی دیر کو شامی خبری
 سز چمپ گئے کئے جو کسی وار سر سری
 جلتے ہی پڑ گئی صفت چارم میں بتری
 حملہ ہزیر کا غضب کر دگا رہتا
 دوڑا فرس جو پھر صفت پنجم کے پار تھا
 آئے صفت ششم میں می شمش جہت میں غل
 دریا لہو کے بہ گئے بندھ کر سڑوں کے بل
 نعروں سے طبل الٹ گئے پھٹ پھٹ گئے دل
 سو جہانہ دینکا ہوئیں مشعلیں جو گل
 بکھے وہ لڑ رہے ہیں پیاسی ڈٹے ہوئے
 دیکھا جو پھر پھر کتے ہیں لاشے کتے ہوئے

بھاگڑ پڑی اسد صفت ہفتم پہ چبا پڑا تڑپا جو یاں قوس ادھر اترایہ کپڑا
ہل چل پڑی کہیں تو کہیں زلزلہ پڑا کشتوں کے ڈھیر ہو گئے دن جا بجا پڑا
داں تک نہیں جو دب گئی لاشوں کے پاسے

دوڑا ادھر نشیب کو دریا کنار سے
ساحل پہ شور اٹھا کہ بڑھو جدو کہ کرو اس صفت کے پاؤں اٹھنے نہ پا کہ کرو
ہاں پاس آ رہے اب و علم و جد کرو جانیں لڑا دو شیر کے حملوں کو رو کرو
انتا کو ہونہ کچھ ہو جو موقعہ لڑائی کا
لاشوں سے کٹ کے رو کر رستہ ترائی کا

پہنچا وہیں سے اٹکی صدا پر وہ شیر نہ تلوار وہ چلی لب دریا کہ الجھڑ
شاطر نے بڑھ کے فوج حسینی کو ہی شیر عرصہ نہیں ہے کو کوئی دم میں ہے اظفر
گیتی ہلا دی شیر نے نزدیک گھاٹ کے
لے لی ترائی سات جدوں کو کات کے

شور و غا پر کان لگائے ادھر تھے سب غرے ہوئے خوشی کے یہ سنکر لبہ طرب
بولا کوئی سنو تو یہ غوغا ہے اور اب ایسا ہے غل کہ جیسے ہو لشکر اماں طلب

خوشی کب اتنی کم تھی شریانِ شام کی
صاف آتی ہے صدا کہ دہائی امام کی

سنکر خوشی سے بڑھ گئے سقے سقے فرات اختر چلے پکھا یوں کے اتر بھی آٹھ سات
یوں سب جواں بچے کوئی جیسے چلے بات دوڑے پکارتے ہوئے سلطان نیکزات

بس بھائی جان بھاگنے والوں کو راہ دے
دشمن پناہ مانگ رہے ہیں پناہ دو

ہر چندان کی عفو کے قابل نہیں خطا رونا مگر سنا نہیں جاتا کروں میں کیا
دیکھو نہ دے رہے ہیں وہائی یہ اشتیا جرأت دکھائی رحم بھی دکھلا دوں فدا
کھنڈ و عنان اسب وفا دار روک لو

یہ دوسری نظر ہے کہ تلوار روک لو
الشریے پاس حکم شہنشاہ بحر و بر جوش غضب تھا روک لی پر تیغ شعلہ ور
بھائی بچائے جان اندھیرے میں فوج شر ہونٹوں کو چابنے لگے عباس نامور
پلٹے مقام رزم سے غصہ کوٹال کے

نعرہ کیا فرات میں گھوڑے کو ڈال کے
پہنچے بھوں کے ساتھ امام فلک مقام غل تھا بس آج ہو گیا جمات کا اختتام
پاس آئے شہ جو پیار کے کرتے ہوئے کلام بولا جری کہ تابع فرماں ہے یہ غلام
وہ بچ گئے تصدق شاہ انا م میں

حسرت ہے اب پہنچے یہ پانی خیام میں
سقوں کی سمت طرکے یہ بولے رفیق شاہ مشکوں میں لیلو آب چلو سوئے خمیر گاہ
بھرے ظروف لاکے ہو پانی کی جس کو چاہ نکلے یہ سن کے نہر سے عباس عرش جاہ
جب تک بھرے نہ ظرف ہر اک نیک ناسات کے

روکے رہے فرس کو کنارے فرات کے
پانی سے بھر چکیں جو پکھالیں سب ایکیا اونٹوں پہ بار کر کے چلے مردبان کار
سقے بڑھے تو ہوئے پیچھے رفیق دیار بھائی کو ساتھ لے کے پھرے شاہ فی قار
سرخ تھا خوشی سے سرخ عزیزان شاہ کا

بھرت چلا عقب میں حسین سپاہ کا

پانی خیمے میں آنا اور فتح کی خوشی

واں بڑھ کے غادات نے خیمے میں ہی خبر
 دشمن ذیل ہو گئے اب کیوں ہو فوجہ گر
 آتے ہیں کوئی دم میں شہنشاہِ بحر و بر
 کہہ کر گئے تھے گزرے نہ اُس دم کی بات
 چھوٹے حضور لاتے ہیں پانی فرات سے
 سننے ہی مدد پہ آگئیں شہزادیاں تمام
 آئیں سورواں عقب میں کینزوں کا اثر و دام
 جاں آگئی صغیروں میں پانی کا شے نام
 دوڑی بھوں کے ساتھ سکیں اٹھا کے جام
 زینب دعا کے واسطے قبلہ کو پھر پڑی
 چھوٹی بہو علی کی توجہ دے میں گر زنی
 پہنچے مع سیاہ ادمر بادشاہ دیں
 ڈیوڑھی پہ غسل ہوا کہ نہ دے کوئی خریں
 ہٹ جاؤ پڑے والو محل دیر کا نہیں
 تشریف گھر میں لاتے ہیں عباسؑ جہیں
 ہمراہ سب عزیز ہیں ہاتھوں میں ہا ہے
 خود قبلہ اہم بھی ببادر کے ساتھ ہیں
 پہنچے جو مدد پہ بڑھ گئے آگے شہرِ الہام
 سقوں سے غادات نے مشکیں لیں وہ تمام
 اس طرح گھر میں آئے علمدارِ نیک نام
 مشکیزہ ایک ہاتھ میں اک ہاتھ میں خُشام
 رشتے بگے حرم سوئے عباسؑ آنکر
 بہنیں بلائیں لینے لگیں پاس آن کر

بویں یہ رو کے زریب مغسوم پر محن لے ابن مرتضیٰ ترے قربان ہو بہن
دکھلائے وہ آج جو پایا کے تھے چلن جاں باز تا صبر غریب شیر صف شکن

لے آئے آب کاٹ کے فوجیں تھائی ہیں
کوشش کے صدقے جان لڑائی میں
ہے یہ کیسا آیا ہے غار گردوں کا دو ہر ساں نہیں کوئی کہ ہے کیا وجہ ظلم و جور
آگے کبھی نہ دیکھے تھے ایسے ستم کے طور امت نہ سمجھی آل بنی ہیں کہ کوئی اور
واقف تھے سب مقام رسالت پناہ ہے

کعبہ یہ گھر ہے اس پر چڑھائی گناہ ہے
بھیا خبر جب آتی تھی تھکتے ہیں بد اس ہر بار لوٹ جاتی تھی ہم بکیوں کی اس
وہ ناری و بکا وہ دعائیں بصد ہر اس جاتی تھیں پڑہ والیاں یورپی پہیے جو اس
پاتی تھیں ہاں نہ جب گردوں سر پر گو
نہ کر پکارتی تھیں جناب امیر کو

حلوں میں غل جب اٹھتا تھا میدان سے بار بار رٹنے میں یا علی کی ادھر ہوتی تھی پکار
تھا کون دیکھتا جو وہ عسرت کا حال زار کھو لوں اب کمر کہ مراد دل سے بیقرار
آنکھیں بچھاؤں زخم تن سر کو دیکھ لوں
بیٹھو کوئی گھڑی کہ میں جی بھر کے دیکھ لوں

پڑہ کر نہ مجھ سے ٹھے تھے جب اہل شام شانے پہ تیر کھایا تھا اے بازوئے امام
بولا سراوب کو جھکا کر وہ نیک نام تشویش کچھ نہ سمجھے زخمی نہیں غلام
زیبا ہے سر گردوں جو شام اس ملال پر
سب مال کی گفتگو ہیں غلاموں کے حال پر

خادم ہوں میں رہیں توجہ ہوں موبو مردود کردگار تھے نہ ہو گئے عدو
 کھاتا میں کوئی زخم تو ہوتا نہ سرخو ہاں پانی لاکے رہ گئی دنیا میں آبرو
 پیاسوں کے منہ سے نور و شرم و حجابوں
 دریا پہ دیر ہو گئی کیوں اب اب ہوں
 رستے یسین کے جوش قلع میں شہرِ نماں سب بحر کے بہن سے مفصل کئے بیاں
 فرمایا پھر کہ مجھ کو تردد تھا بے گماں اس گھر کی بات رہی نہ گام امتحاں
 نصرت میں کچھ غاسی غاکی ہر شیر نے
 کرتے ہی علی جو کیا اس دلیر نے
 لومضرب ہیں پیاسوں کے پانی بس اب پلاؤ عباس نے کہا کہ سکینہ کہہ رہا ہواؤ
 بی بی یہ بھی مشک صغیروں میں سے کے جاؤ دو آب برد سب پیو، ہاتھ منہ دھلاؤ
 یہ کیا ہے رو رہی کہیں حالِ زار سے
 روٹھی ہو کچھ تو آ کے مالا لیں پیار سے
 واں سنئے جب دیکھا تھا خیے میں آئے اب ضبطِ عطش سے بالی سکینہ کو بھی نہ تاب
 بچوں پر سب جھکی تھیں کینز جگر کباب مشکوں پر سینے رکھ دے تھے باہلِ فطرا
 لپٹے تھے رفعِ تشنہ دہانی کو واسطے
 روتے تھے پھوٹ پھوٹ کے پانی کو واسطے
 مشکیزہ لیکے خود گئے عباس نیک اساس پانی سے سب صغیر و کی جلدی بھائی پیاس
 زینب کے ساتھ آئے خریان حق شناس پہنچا دیاؤ آبِ فراواں ہر اک کے پاس
 خوش خوش چہرے لئے جوئے ہاتھوں میں تھ سب
 نکلے محل سے خسرو عالم کے ساتھ سب

آگے بڑھ آئے حضرت عباسؓ فی حتم تقسیم ہاں بھی ہو گیا پانی زہے کرم
آیا جو آب خاصہ سلطان محترم سب کو پلا کے نوش کیا کچھ بہ رنج و غم

حاضر و قاسم ہوئے فرط سرور میں
گزریں خوشی سے فطرت کی ندریں خور میں

ہاتھوں رکھ کے تیغ علمدار نامدار بھک کر پائے نذر بڑھے با صد انکسار
بتیاب ہو کے بڑھ گئے خود شاہ فی قاسم سینے سے سر لگا کے بہت روئے زار زار

فرمایا کیا یہ کرتے ہو میں بیقرار ہوں

بھیا مٹھاری قد نہ کی شرمسار ہوں

گرنے لگا قدم پہ یہ سنکر وہ با وفا آئی صدا علی کی کہ شبیر میں فدا
آقا ہو تم غلام ہے یہ تو پسرا بیٹا نشان عطا کیا قدر اور کرتے کیا

خاطر ضرور چاہئے خدمت گزاری کی

نذر ظفر قبول کرو جاں نثاری کی

عباس کیا نانا نے میں ہوتے عم آج گر یہ معرکہ وہ تھا کہ فدا کرتے تم پہ سر
یہ سن کے تیغ اٹھا تولی دہا تھکے مگر بھائی کی پھر کر سے لگا دی بجیستم تر

تسلیم کر کے ہاتھ سے رایت کو تھام کے

سر رکھ دیا جرمی نے قدم پر امام کے

بھک کر گلے سے شہ نے لگا یا بصد سرور بولا وہ با وفا کہ سلامت میں حضور
ناگہ سحر کا چرخ پہ ہونے لگا ظہور آئی نسیم نہ مزہ پیرا ہوئے طہور

گزری ہوا جو صبح کی جنگل کے پاس سے

صحرا تمام بس گیا پھولوں کی باس سے

ہفتم محرم سے عاشور تک

فارغ ہوئے نماز سے یاں شاہ نیک نو واں چھاگئیں پھر آن کے فوجیں کنارہ جو
 اور آگئی سپاہ یلان سیاہ رو پھر ہو گیا محاصرہ لشکر کا چارہ سو
 غوغائے فوج گونج گیا شش جماعت میں
 رایت کھلے کہ ملگئی رات اور رات میں
 چلایا ابن سعد تسمک میمان فوج بڑھ جائیں راہ نہر کو یوں سران فوج
 دریا کا بندوبست کریں پھر یلان فوج گھر جلے پھر فرات پہ ابرودان فوج
 بے اس کے جنگ کی طرف رباب ہو چکے
 لڑنا ابھی نہ ان سے کہ سیراب ہو چکے
 قاقوں میں حب یہ شیر گز جائیں تب لڑو گھٹ گھٹ کے نہ دامنہ جب تہ جائیں تب لڑو
 جڑے ہیں کام جو وہ سورا جائیں تب لڑو بچے تڑپ کے پائیں سے مر جائیں تب لڑو
 لو کو ابھی نہ فوج شہ مشرقین کو
 تب وقت ہے غش آتے ہوں جہدم حسین کو
 القصہ دور بہت کے سب تری سپاہ شام فوج غم و الم میں گھرے خسرو انام
 دن بھر رہتی آخڑی فوج سقر مقام طول جفا سے ہو گیا اندھیر بعد شام
 سمجھے حرم کہ ستر اسی شب میں بسر ہوئی
 پھروں کے زنگ لڑے تو نمایاں سحر ہوئی

آبادن آٹھویں کا کہ روز سیاہ غم تھا دل پہ غمزدوں کے هجوم سیاہ غم
 ندی تھی بسے ہر فلک پہ گواہ غم گویا کھلا ہوا تھا سر داد خواہ غم
 اس دن پہ شب آئی کہ تنک تھا یہ ماہ کو

پہلے روز غم نے لباس سیاہ کو
 گزری جو یہ بھی رات تو آیا بلا کا دن تابیخ وہ نویں غم لا انتہا کا دن
 غل تھا یہ دن ہے گریہ ارض سما کا دن اس دن کے بعد ہوگا بسا بکل غا کا دن

دنیا پھری ہوئی ہے شہر کائنات سے
 رات آئی پھر فزوں تھی جو محشر کی رات

تھی خمیر حسین میں فریاد دل خراش وہ شور العطش کہ ہول جن پاش پاش
 بسمل تھا کوئی سغش تھا کوئی صبا فراش سیدانیوں میں غل تھا کہ موت آئے ہم کو نکاش
 کیا اہل دل نہیں ہے کوئی فوج شام میں

تیر آئے ہیں صدائے فغاں پر خیمام میں
 کمرے کے تھے ناصر میں گرد بارگاہ پھیلے تھے یوں چار طرف کی رکی تھی راہ
 بڑھ آتے تھے جہر سے یروش کے کینہ خوا جا پڑتے تھے یہ خمیر وہ ہٹ جاتی تھی سیاہ

سب مستعد تھے دشمن ایماں لڑائی پر
 ہنگامہ زلے محشر تھا غوغا ترائی پر

ماتم ادھر و اہل فلک میں جو دل ہلائے
 کیا جانے کہ حادثہ کل کیا فلک دکھائے

فل تھا زینج آتی ہے آفت خدا بچائے
 عمریں خدا پرستوں کی آخر میں ہائے ہائے
 احمد کو غم ہے، دکھ اسد کردگار کو
 خاصان حق نے پھوڑ دیا ہے مزار کو

آتی تھی قوم جن کی یہ آواز جاں گزا کیسی بلا کی رات ہے یہ دامیبتا
 امت نے اختیارِ سلیمان سے کی دغا گھیرے ہیں آلِ پاک محمد کو اشتیقا
 لمجائے کا ش حکم شہِ خوشحال کا طبقتہ الٹ دیں ان پہ مقامِ جدال کا
 رتن کی آرہی تھی صدائیں سے بار بار منہ ڈھاپنے بین کرتی تھی کوئی جگر نگار
 نوحہ یہ دم بدم تھا زباں پر بحال نثار اے تشنہ لب حسین تری پیاس کے نثار
 ہے ہے ستم کا دیکھا ہے خوابِ اضطراب میں ماں غم نصیب سونے نہ پائی مزار میں
 امت نے کچھ کیا نہ ادب ہائے ہائے بے آبِ سری ہے یہ شب ہائے ہائے
 بچے نہ بھولے بچ و تعب ہائے ہائے عسرت کا ساتھ دے غیب ہائے ہائے
 غربت میں یوں تو سب کچھ اندھا گزرتی ہے
 اوبے دیار دل یہ ترے کیا گزرتی ہے

(۴)

تیسری جدال

عنوان

فارغ بس آیت ذکر شب غم کہاں تلک دامن تر آنسوؤں سے ہو یہیم کہاں تلک
 تصریح عظیم لشکرِ اعظم کہاں تلک اں وقت انتقام ہے ماتم کہاں تلک
 عباس شیر دل کی دکھائے مصاف پھر لکھ تیسری جدال کہ میدان ہو صاف پھر
 گو لکھ چکے توشب ہفتم کی وہ جدال اب کیا کہیگا اہل سخن کو ہے یہ خیال
 عاجز نہ ہو مدد پہ ہیں عباس خوش فصال عرض ان سے کہ اے اسد شیر ذالجلال
 حسرت ہے کا زمانہ مدد دہم لکھوں سینوں میں دل ہیں وہ مصاف کوام لکھوں
 اے سیف آبدارِ زباں پھر ہنزدکھا پھر یہ زمین لطم سخن خوں میں تر دکھا
 اے کلک فکر جو ہر تیغ دو سر دکھا تلوار سے کھینچی ہوئی شکلِ ظفر دکھا
 خود وہ دعا بھی آئینہ واقعات تھی روشن ہے فرق صاف یہ کج دوات تھی

وہ رنگتیں چھپائے گی یہ نظم لا جواب
اوپنچے تھے گو کہ ہاں بھی خیالات انتخاب
جس طرح سے فروغ قریش آفتاب
لیکن فلک کے ادج سے نیچے ہیں سحاب

اس طرح برتری ہے اسے اس کے حال پر

جیسے بڑھی تھی دوسری پہلی جدال پر

خونی ہے ابر طبع بڑھی ہے اُتنگ اور
ان دونوں معرکوں کے بیان کا تھا رنگ اور
یہ اور آسماں ہے دکھائیگا رنگ اور
حملے یہ اور میں خطر آگیں یہ خبگ اور

جہالت کا خاتمہ ہے و آفت کی زم ہے

میدان یہ حشر کا ہے قیامت کی زم ہے

مضطرب ہے شوق حیرت شمشیر شعلہ بار
کا غنہ ہے مثل سطر، سیلاب بقرار
مصر سے دم رزم چمک اٹھتے ہیں بار بار
خامے سے دوڑتا ہوا شعلہ ہے اسکا

دم بھر رواں نہ ہو جو سیاہی تو دم ر کے

بجلی بنا ہے راتھ میں کیونکر قلم ر کے

نواہل ظلم پر غضب آیا کریم کو
دیکھا وہ کشامتوں نے سپاہ لیم کو
جناہش ہوئی جگہ سے عذاب عظیم کو
تاکا وہ آفتوں نے گروہ رجم کو

ڈر کر وہ رنگ اڑے رخ قوم ضلال کے

پردہ اٹھا وہ منہ سے بلائے جدال کے

بھاگے رستے امن ان شکل دیکھ کر
ہستی ہوئی عدم میں نہاں شکل دیکھ کر
کی شورش یہ نے فغاں شکل دیکھ کر
کافی اجل کل گئی جاں شکل دیکھ کر

وہیں نہ کیوں سے شکل قیامت کھنچی ہوئی

دیکھو خدا کے قہر کی صورت کھنچی ہوئی

صبح روز عاشورہ

جب حامل نشانِ سحر آسماں ہوا لشکرِ ضیا کا جانبِ عالم رواں ہوا
 رنگیں شفق سے ہر تجلی نشان ہوا تذبذبِ اجل کو کاسۂ پرخوں عیاں ہوا
 چمکا قضا کا پہنچہ سرخ آستین سے
 یا سر کوئی لہو بھرا نکلا زمین سے
 لے چرخِ صورتِ سحر پر عذاب دیکھ پیدا خاسے سرخیِ رنگِ عتاب دیکھ
 کیسی شفق لہو ہے دمِ انقلاب دیکھ خوں پیچہ بلا میں ہے آج آفتاب دیکھ
 یہ صبحِ ہفتہ سینہ مشرق میں ال کے
 لے آئی ہے زمین کا کلیجہ نکال کے
 جب ہرے کرک کوئی ہوتی تھی آنکھار ضو پڑتے ہی زمین بھیجک اٹھتی تھیں بار بار
 موتن پر راست کر کے لڑتے تھے بے ہزار ظلمت و نور میں تھی کہ دن تھا سیاہ و تار
 چلتی تھی چار رخ کو ہوا اضطراب سے
 آئی تھیں ہولناک صدائیں غبار سے
 دیکھا یہ دن جو ہر نے اٹھا فغاں کا غل سما لامکاں ہونچ گیا کون مکان کا غل
 گیتی کے ساکنوں میں مچا الاہاں کا غل بالا تھا سب کے غل سے زیر آسماں کا غل
 ڈر تھا خدا کے تہر کا آفت کا دن نہ ہو
 عالم کو ہول تھا یہ قیامت کا دن نہ ہو

سب معرض خطر میں لاکھتے تھے دُعا قدسی جدا تھے محو مناجات کبریا
 روتے تھے خوف و بیم کی حالت میں انیا آئے تھے خود مزار سے پیغمبر خدا
 مضطر علی بھی تھے حسن دل بول بھی
 پچھلے سے بال کھولے تھیں بتول بھی
 واں سب جہاز ہے تھے رسالہ دار ایسی روادوی تھی کہ محشر تھا آشکار
 قرنائیں پیدوں میں بھی پھٹکتی تھیں بار بار جنگی صفوں کی ہوتی تھیں یواریں ستوار
 ارض فساد وادی کین بتی آتی تھی
 بڑھنے سے مورچوں کے زمیں بتی آتی تھی

امام کا خمیہ سے برآمد ہونا

حملے کا قصد کرتے تھے بڑھ کر حیاں شام روکاتے تھے جھپٹ کے دلیران نیک نام
 نکلے خیام طاعت حق سے شبہ انام حاضر ہوئے وہ شیر عجازی پئے سلام
 ہر سمت شور مدح شبہ جزو کل ہوا
 لشکر میں بادشاہ سلامت کا غل ہوا
 کی عرض غازیوں نے ہوا پر میں سب فریہ فوج حضور میں کئی بار آچکے ہیں تیر
 دودن سے سبت تلایع فرماں ہیں گوشہ گیر بس اب نہیں ہے ضبط کی تاباں فلک مریر
 بودوں کی اصل کیا ہے یوں کے سامنے
 رو باہ بکدھری کریں بیرون سے سامنے

بھوے ہیں بے حیا شبِ مہتم کی وہ جلال بھاگی کہاں کہاں تھی سپاہِ سقر کمال
 یہ کیا ہیں سب نامی عالم اتھے بدھصال بے پیتے اُس نشان کو دعوے تو تھے کمال
 نظروں میں ہے وہ رنگ لٹائی کا اب تلک
 سو کھانا ہو گا خونِ ترائی کا اب تلک
 تنہا ادھر تھے حضرت عباس نامور لاکھوں ہی تھے قزاق کے تھے جو ادھر
 پاتے تھے بھاگتے ہوئے رستہ نہ اہلِ شر کیا ان دہائیوں کی اب ان کو نہیں خبر
 ہے قصداً ب کے یک نہ دیا کا پاٹ میں
 ضیغ نہیں جو نہ نہ لاشوں سے پاٹ دیں
 بوے بکا شک یہ سلطانِ خوش نہاد اے مرجا کرے گا خدا ہمتیں زیاد
 کیا غم ہے گروہ آج ہیں پھر دیئے فساد کھل جائیگی یہ سرکشیاں سب ہم جہاد
 سچ ہے ملال اٹھایے کب تک ملال پر
 بس فیصلہ ہو باندھ دو کمری جلال پر
 دو دن ملے ہیں کڑھتے ہیں عباسِ بادشاہ روک رہے ہیں نے جنگ کی جا ہی ہے جہاد
 دوبار ان سے قطعِ نظر کی دمِ خطا شورش یہ تیسری ہے طرح دیجے تاکجا
 دیکھوں گا کس نے روک لیا اس دلیر کو
 دریا سے اب ہٹا کے لاؤں گا شیر کو
 امت کی مغفرت سے جو ہوتا نہ جھکوکام ہو جاتی صبحِ شب کو بٹھتے تھے جب اہلِ شام
 دن ہے یہ گو کہ وعدہ و فانی کا لاکلام سرد و سکا پر خذلنے جو چاہا تو کر کے نام
 سب جانتے ہیں سخت جگر کس کی کا ہوں
 تلوار سے مروں گا کہ بتا علی کا ہوں

حضرت عباس کا کنویں کھودنے کا واقعہ

پٹے وہ شیر بندھ گئیں کریں جی سپاہ کہنے لگے یہ قاسم واکبر سے ٹر کے شام
 پیارو کدھر ہیں آج اس ضعیف المہ کر دو خبر کہ چلتے ہیں اب سوئے زمکا
 وابستہ جان زاد برادر انھیں سے ہے
 کھولیں علم کہ زینت شکر انھیں سے ہے
 آنکھوں میں لٹک بھر کے ڈھیر یہ بولے تب اُن کے قلق کا آپ پہ روشن ہے حال سب
 دودن کی پیاس کا جو سکیں نہ پہ ہے تب رویتے تھے کبھی تو کبھی چاہتے تھے لب
 غصے میں یہ سخن تھے کہ خاک اس حیات پر
 ہم پانی لینے جا نہیں سکتے ذات پر
 باتیں یہ کر کے جاتے تھے گھر میں بھپائے آتے تھے باہر آنکھوں کو ہم چشموں کے چلے
 تلوار پکڑی تیر شریوں نے جب چلائے بھینجھلا کے بڑھکے کبھی کچھ سوچ کر پھر آئے
 روکے ہوئے تھے عزم، اطاعت جناب کی
 ورنہ وہ روکے کاٹتے رات اضطراب کی
 دھنستا ادھر فوج کے دیں جو خوش خرام کوفہ کی حد پہ جا کے حکمتی اُدھر حرام
 حلوں کو روک سکتے تھے یہ ستر مقام آتے وہ نزلے کہ دہتا دیار شام
 دریا تو کیا ہٹا کے سپاہ عذاب کو
 طبقہ زمین کا توڑ کے لیتے آب کو

دو معرکوں کا پیش نظر گو ہے وہ جلال
پر آج ان کے غیظ کا کچھ تھا عجیب حال
یوں ہونٹ چاہتے تھے کہ خوف آتا تھا کمال
گویا اکٹ گیا تھا کلیجہ دم ملال

من سن کے غلغلے سپہ بیدار بن گئے

بل کھا کے زور کرتے تھے حقے پہ تیغ کے

ہم پیار سے لپٹ تھے جا جا کے مہم
منت بھی کرتے تھے پڑھتا تھا غیظ کم
کے تھے دیکھے آپ کے سر کی ہمیں قسم
لڑکے ہو گھر میں جاؤ سمجھیں گے خیر ہم

کیوں سب کے ساتھ تیغ و سپر تم نے باندھی ہے

کیا مر گیا ہوں میں جو کمر تم نے باندھی ہے

آخر کو جبکہ کام نہ باتوں میں کچھ بن آئے
شب تھی سکینہ جان کو ہم جا کے پاس لائے
گودی میں لے کے پیار کیا انک خوں بہائے
رو کر کہا لباس نے جو سوکھے ہوئے دکھائے

داغ رہتا کہ حکیم امسام اہم نہیں

دریا ہے پاس ہیں پانی بہم نہیں

پھٹتا ہے دل اب آگے نہیں طاقت کلام
فرمایا پھر کہ تم سے ضروری ہے ایک کام
تیغ و سپر یہ ہے یہ نشان شبہ انام
سونپا تمھیں کہیں اسے رکھنا باقرا

روپوش ہوں جاں و جگہ یاں ہے کب کوئی

کہدو ہمارے خیمہ میں گئے نہ اب کوئی

فرما کے یہ گئے سوئے خیمہ بصدالم
اس جوش اضطراب میں کچھ کہہ سکے نہ ہم
رونی ہوئی تھی ساتھ سکینہ بدر دو غم
اب سن کے پٹتے ہوئے پہنچے ہیں سب ہم

کم ہے وہ جو نہ حال ہو ایسے غیور کا

تیغ و سپر یہ ہے وہ علم ہے حضور کا

بولے حسین ہائے برادر ترے شمار جلد آئے سوئے خمیہ عباس نامدار
دیکھا ہیں ڈھیر صحن میں مٹی کے آشکار بچے ہیں مضطرب کوئی جیسے امیدوار

کہتے ہیں ہم حضور سے پانی جو پائیں گے
پیاسی سکینہ جان کو پہلے پلائیں گے

وہ کہتی تھی نہیں علی صغیر ہے جان لب پنی لے کا تھا بھائی تو ہم بھی سہیں گے
پہنچے ادھر سے حرم عالم قریب جب دوڑے بعد بکا حرم لیلۃ القرب

زمین یہ مضطرب تھیں یک گے گر پڑیں
بانو ترپ کے پانوں پہ اقل کے گر پڑیں

وئے تسلیاں انھیں دیکر شہ زمین زمین کو پھر زمین سے اٹھا کر کے سخن
دکھ میں سینھا لودل کو دما بہر ذوالہن بیٹی ہو صابرہ کی یہ اک وقت ہے ہن

گھبرا کے ہم نہ صبر کا رتبہ گھٹائیں گے
پیاسوں کی گریحات ہے پانی بھی پائیں گے

سمجھا کے کچھ ہن کو یونہی باغم و ملال مدد کر پکائے آپ کے عباس خج شخصال
ہو کس طرف ہم آئے ہیں گھر کا یہ کیا ہے حال کھودی ہے کیوں زمین تھیں تھیں کل ہے خیال

جلدی ہے کیا وہ کام خدا کے حوالے ہیں
یہلم کو گاڑے جائیں گے جو مر نوالے ہیں

موتے ہو ہم سے آ کے منائیں گے لگائیں روکا ہے اب تلک تھیں کیوں وہ کیا تائیں
نظر میں بہت سی ہیں اگر امت کو بخشوائیں اول تو یہ کہ صبر و تحمل بہت دکھائیں

پھر ڈکے مرتے دم بھی نہ مطلق ہر اس ہو
یہ بھی ہے ایک شرط کہ دودن کی پیاس ہو

عجلت تھی تم کو نہ رہ جانے کی لو اب و بڑھتی ہے رن پہ فوج، علی کا علم اٹھاؤ
نامی جوان لڑ سکیں لڑکوں یوں لڑاؤ بڑھ بڑھ کے ساتھ طرز و غائے علی تباؤ

وقت آ گیا ہے ہم بھی مہیا ہیں کام پر
سب منجھلے ہیں جانہ پڑیں فوج شام پر
روئے لگے حسین جہان کے یہ کلام
امد سے ماتم حرم سید امام
سب کو یقین ہو گیا شریکے آج امام
شور و فغاں اٹھا کہ وہ خیمہ ہلا تمام

ہر حال یہ اک ہجوم مصیبت کا وقت تھا
بس مختصر یہ ہے کہ قیامت کا وقت تھا
بہل کہیں تھی مادہ قاسم بہ حال زار
گر کر پھاڑیں کھاتی ہے باؤں سو گوار
کبر کسی طرف کہیں کلمہ بے قرار
زینب کو غش غش چلے آتے تھے بار بار
دالستہ تھے جو دم سے شہ شرفین کے

بچے لپٹ گئے تھے قدم سے حسین کے
کھاتے تھے ادھر بھی حضرت ادھر بھی
آنکوں میں خود بہاتے تھے خون جگر بھی
چپٹتی تھیں وہ تو بھکتے تھے سر بھی
بچوں کو پیار کرتے تھے با چشم ترکھی
سب بکا فرود تھی جہاں دل ملول کی

زینب کو قسمیں دیتے تھے روح بتول کی
آخر یہ بولے سب شہنشاہ کربلا
ہم کیا نبی و حیدر و زہرا و محبتی
کیا یہ خوشی ہے فرض نہ سرے کریں ادا
دیکھو مقام صبر ہے رقت نہ چاہئے
سب نے برائے بخشش امت یہی جفا
بمباد کرنی ان کی ریاضت نہ چاہئے

قربانِ غیرتِ حرمِ سرورِ نیکو کانپیں وہ صابرائیں لب کی یہ گفتگو
اچھا جو کچھ رضائے شہنشاہِ نیکو لے وائے پڑے دایاں اور لشکرِ عدو

بچے یہ اب کس اہلِ وفا کے پیر ہیں

فرمایا آپ نے کہ خدا کے پیر ہیں

زینب ہمارے بھائی کو ہم سے ملا دو اب آدرودہ ہیں جو آئے نہیاں ہیں جمعِ حب
تھکے ہوئے حلال ہے گزری تمام شب اچھا نہ آئیں گرد ہیں ہم کو کریں طلب

دریا پہ کیوں نہ جانے دیا منہ چھپائیں ہیں

کہدو حسین خود تمہیں لینے کو آئے ہیں

لیکر بلائیں کہنے لگی بہتِ مرتضیٰ قربانِ جاؤں آپ سے رکھیں گے وہ بھلا
دل سوز، سرفروش، مطیعِ شہِ ہدایا خد شکر، عاشرِ عاشقِ جاں باز با وفا

بچپن سے ناز اٹھائے ہیں شاہِ غور نے

پالا ہے گودیوں میں انہیں تو حضو نے

انکی کشیدگی نہ کسی اور کا ملاپ حضرت کو کہتے ہیں سلا ہیں سر پہ باپ
اس جنگ میں لگی تھی کاروں کے خوں کی چھاپ قدموں پہ سر کو کاش کے کھیرج کھیرا پ

ہر دمِ فدائے سید ابراہم ہوتے ہیں

بھائی کہیں بھی ایسے قادر ہوتے ہیں

آئے تھے جب تو قلبِ گو تھا غم و ملال اس دم بھی آپ کی تو یوں کا تھا خیال
اپنے پس سر سے بات نہ کی گرجہ تھا اندھال ایک لاک سے پوچھتے تھے کہ صخر کا کیا ہمال

صخر کرتی تھی سکینہ تو آنسو بہاتے تھے

بے بس تھے فکرِ آب میں گہرائے جاتے تھے

تا دیر سوچتے رہے تدبیر و انتظام لائق نہ اُن کے جو تھا پھر آخر کیا و کام
 دیکھیں نہ رافقا توں کی جانب چلیں امام کس تندہی سے کرتے ہیں پانی کا اہتمام
 کتنا نہیں ہے وقت مصیبت کو کیا کریں
 کوشش تو سب ہے بیاہوئی مُت کو کیا کریں
 کھودا خود اپنے ہاتھ سے خدا کے عقیق چاہ پانی لگ رہی بھی نہ پانی کی آہ آہ
 واں سوت کس طرح کوئی آتی کہاں تھی راہ پتھر دیا ہوا تھا جو کچھ مرضی الہ
 اٹھا دھواں قلق میں دل خیر خواہ سے
 محنت کو اپنی رُس کے نکل آئے چاہ سے
 کندہ کئے پونہی چھ کنویں با صدا اضطراب پتھر دئے تھے سب میں نہ نکلا کسی میں آب
 ہر بار وہ قلق وہ صغیروں کا پیچ و تاب جھک جھک کے جھانکتے تھے کہ پانی کو تھی نہ تاب
 سقائے آل شہر خدا کے ولی کا ہے
 اب ساتویں کنویں میں یوسف علی کا ہے
 کوڑی تھیں جس نے سات صفیں ساتویں کی رت پہنچے تھے بعد کوشش مہتمم کے تا فرات
 کھوئے کنویں بھی آج اسی جد و گد کے سات پانی اسی طرح کہیں پائے و خوش صفات
 چاہیں حضور گر تو ابھی کا میا آب ہو
 پیدا زمین کے ساتویں طبقے سے آب ہو
 سنتے ہی یہ قلق نے کیا حال دل تباہ بیساختہ نکل گئی صاب کے منہ سے آہ
 فرمایا جینے دیگی نہ بھائی کو ان کی چاہ ملتا ہے کچھ نہیں کہیں بے مرضی الہ
 بس اب نہ کوئی سعی برائے خدا کریں
 پیا سوں کے حق میں وقت دعا ہے دعا کریں

یہ کہہ کے سب کے ساتھ چلے آپ بے قرار آئے ہر ایک چاہ پہ با چشمِ اتمک بار
دیکھا جوان میں جھکے تو پھر تھے اتمکار پیدا تھی جن سے ہیبتِ اسرارِ کردگار

تھرایا قلب سینہ پر غم سے آہ کی
یا ذوا بجلال کہہ کے فلکِ منگاہ کی

آئی صدائے حضرت سلطانِ مرسلین نانا نثار اے مرے مقومِ دلِ خیز
دیکھو گریں نہ اتمک کسی چاہ میں کہیں توٹے ادھر و سنگ تو اُلٹی ادھر ز میں

یاں دخل دو یہ مرضی ربِ علا نہیں

ہٹ جاؤ اے حسین یہ کھٹنے کی جا نہیں

نمگیں پئے ادھر سے شہنشاہِ بحر و بر واں اے ساتواں تھا کواں جس مقام پر
دیکھا اے بھی جھکے اصدادیِ بجم تر لو آؤ نکلو چاہ سے عباس نامور

کاوش سے کیا وہاں جہاں اختیار ہو

نزدیک ہے یہاں بھی وہ سنگِ آنکار ہو

مٹی کرو ریاض نہ اے ابنِ بو تراب قسمت ہی ہے پیاسوں کی کنوکر ہو میاب
پانی کیا ہو چھ کنوؤں میں برائے آب اب صبرِ چاہئے تمہیں بھائی کہ اضطراب

حاصل ہے کیا نہ کوشش لا اتمکارو

کام اتنا ہے یہ کام سپردِ خدا کرو

ہاتھوں کو جوڑ کر وہ پکائے بصداد لب لے افتخارِ عالمیاں بحرِ فیضِ رب
پانی کا ہتم ہوں میرے ہی جاں بلب چھوڑو چاہ بھی تو مجھے کیا کہیں گے سب

کیا تاہر آؤں دل سے نکلنے کا غم نہیں

غیرت سے ڈوبنے کو پانی بہم نہیں

پیاہوں پہ صدقے کرنے ہے ہر طرح جان نیا
لڑنے میں جو ہے یاں بھی وہی ہے مال کار
رہجائے نام اتنا کہ سقا ہوا نثار
ہوگا پھراب کی بار جو پتھر وہ آشکار

شکر کے سر و تنگا اسی اٹک و آہ سے

نکلے گی لاش یوں میں نہ نکلونگا چاہ سے

بعد اس کے پھر نہ آئی جو عباس کی صد
بیتاب ہو کے سبط پیر نے کی بگا
یولے اٹھائے ہاتھ کہ یا سامع الدع
بچپن سے تو نے ناز اٹھائے مے سدا

تقدیر کو پلٹ دے کہ دل کو قرار ہو

پتھر نہ نکلے چاہ میں اب آشکار ہو

پہنچی تھی ختم کو نہ دعا آپ کی ادھر
کچھ کچھ تری کنویں میں ادھر آگئی نظر
نکلا ابل کے پانی کا چشمہ پر اس قدر
ساغر بھرا بس ایک ہشتی نے جلد تر

کیا کم اثر تھے اتنے دعائے امام کے

وہ سوت بند ہو گئی بعد ایک جام کے

باہر کنویں کے آگیا یوں وہ فلک جناب
جس طرح برج دلو سے بیڑی ہو آفتاب
بیرا لعلم سے یا نکل آئے بو تراب
ہرہ بجال دست مبارک میں جام آب

بڑھ کر گلے لگا لیا شاہ دلیر نے

قدموں پہ سر جھکا دیا حیدر کے شیر نے

فرمائے شاہ دیں نے بہت پیار کے کلام
کی عرض اس جری نے کہ ادنی ہوں میں غلام
مڑ کر سکیں جان سے بولا وہ نیکنام
بی بی قدا میں پیاس کے پانی کا لویہ جام

اتما ہے منہ قلق سے رخ زرد ہو مرا

سیراب تم ہو جب تو جگر مرد ہو مرا

آئی چچا کے پاس یہ سنکر وہ اسکا بار
 پھر بولی جام لے کے نہ ہوں آپ بقرار
 نکتے سے ہاتھ اٹھا کے بلائیں پس چند بار
 اصغر کو پہلے جا کے بلاؤں میں نشانہ
 اماں کو بھی مجھے بھی ہوا ان کا پیار ہے
 فرمایا جاؤ جلد تمہیں اختیار ہے
 دوڑی ادھر یس کے سکینہ پہ اضطراب
 مڑا کر بلایا اور صغیروں کو بھی شتاب
 دکھلایا پھر فلک نے زمانہ کا انقلاب
 ابھی قدم سے خیمہ عباس کی طناب
 ایسی گری کہ خوں دل بتیاب ہو گیا
 ٹوٹا وہ جام جذب میں آب ہو گیا
 روئی کمال درد سے چلا کے وہ صغیر
 ددڑے تڑپ کے سب حرم شاہ قلعہ گیر
 گردوں کو دیکھنے لگے شاہ فلک سر پہ
 عباس کے سچے پہ بیٹھا قلن کا تیر
 دنیا سیاہ ہوئی غم کی نگاہ میں
 چاہا اگر ادیں آپ کو پھر جا کے چاہ میں
 روکا گلے لگ کے جوشہ نے تو کی بکا
 نالہ یہ تھا کہ ہائے غضب ہو گیا یہ کیا
 پانی کے ساتھ اٹھ گیا جینے کا بھی مزا
 بولے امام پاک کہ جو مرضی خدا
 کیا ہوگا پھر جو رو کے سکینہ رلائی گئی
 تم مر بھی جاؤ گے تو وہ پانی نہ پائیگی
 گر جانے گزر گئے ایام رخ و یاس
 دودن سے بھیجے نہ تمہیں تھا فرات پاس
 ہم نہ کہتے جو پانی کے لانے کی ہوتی اس
 لاتے بھی ابٹے کے تو بھتی نہ اسکی پیاس
 دوبارہ مل چلی ہے بلا اضطراب کی
 اندیشے اب گزرتے ہیں کوشش میں آب کی

دیر ہوا کہ چاہ ہو بے حکم کردگار ممکن نہیں کبھی کوئی قطرہ ہو آشکار
 اب دل پہ شگ ہمبر رکھو تم یہ میں شمار دیکھا ملا جو آب ہوا کیا کمال کار
 دن میں چلو کہ یاں نہ ہو کچھ واردات بھی
 ہوگی تمھارے قبضے میں نہر فرات ابھی

رخصت

چپ رہ گئے یہ سنتے ہی عباس فریستم بولے بنی کی آل سے مڑ کر شبہ اُمم
 لوالو دل ع صاحبو فرصت بہت حکم رخصت ہے سب غریبوں کے جاتے ہیں نکم
 باہر قدم نہ گھر سے کوئی نیک غور رکھے
 تیغوں میں مگر کہ ہے خدا آبرو رکھے
 یہ سن کے محکما وہ تلاطم کہ الاماں تڑپ کوئی یہاں کوئی اٹھ کر گری وہاں
 کسے سب اقربائے شہنشاہ انس و جان حضرت کے گرد بیٹی جا پہنچیں بی بیاں
 ملنا ہر ایک کا وہ شہنشاہ نیک سے
 وہ بینا وہ ہر ایک کی رخصت ہر ایک سے
 لپٹی تھی کوئی عون و محمد سے نوہ گد قاسم سے ملے راتی تھی کوئی بچشم تر
 لبمل تھی کوئی پیش علمدار نامور اکبر کے دوش پر تھا کسی غمزدی کا سر
 غش تھی کوئی عقب میں سر مشرقین کے
 کوئی گری ہوئی تھی قدم پر حسین کے

جانا یہ سب نے جب رکیں گے شہِ زمیں دکھلائے صبرِ فاطمہ پاک کے چلن
 بدلا کسی نے جلد بھتیجے کا پیر ہن بھائی کے لائی اسلمہ جا کر کوئی بہن
 کیونکر یہ دل غائے حرم و دفکار سے
 بیٹوں کی کریاؤں نے بندھوائیں پیسے
 منگو اکے شہ نے قلعہ شہنشاہ بخت پہنایا اپنے ہاتھ سے بھائی کو اسطوت
 باندھے سلاح تیغ بھی یدی میان کت شوکت پکار اٹھی کہ دو بالہ ہے یہ شرف
 کج کر دیا وہ خود تو آن اورد ہو گئی
 رکھا نشان جو دوش پہ شان اور ہو گئی
 لیتے ہوئے علم کی بلائیں حرم بڑھے غازی بڑھا تو ساتھ خدیو امم بڑھے
 تیار سب تھے شیر حجازی بہم بڑھے نصرت نے دی صدا کہ جلال و شہم بڑھے
 جو تھا لوائے سید والا کے ساتھ تھا
 جمع برات کا تھا کہ دولہا کے ساتھ تھا

سواری

ڈیوڑھی تک آئے بڑھ کے جو عباس باکرم رایت جھک کے در سے نکالا بصدِ حشم
 صف بستہ اس طرست تھے دلیرانِ محرم نعرے کئے درود کے مجروں میں لگے خم
 مہلت تھی سب کو آمد شاہِ غیور کی
 غل پڑ گیا کہ لاؤ سواری حضور کی

گھوٹا وہ مانتا ہوا آیا کلاسیاں جیتے ہوئے جو معرکے بھیلے لڑائیاں
 عالم میں جس کی تیز روی کی دہائیاں منہ پر ہوا کے پھٹتی ہیں جس سے ہوائیاں
 حکم امام میں کچھ اسے پیش و پس نہ تھا
 سرعت تھی معجزہ سے مجسم کفر نہ تھا
 رکھ کر قدم رکاب میں حضرت ہوئے سوار بڑھ بڑھ کے رکبوں پہ چڑھے رفا شعار
 رایت کھلا جو شہ پہ یہ ہوتا تھا آشکار زیر ہوا ہیں احمد محبوب کردگار
 پہنچو وہ اور نشاں و دلاور کے ہاتھ میں
 نیزے پہ آفتاب ہے حیدر کے ہاتھ میں
 لہر رہی بے زبیر یا ہوا سے تیز دریائے ننگ تا سرگردوں ہے موج خمیر
 خوشبو علم کی چار طرف کو بھی عطر بیز مارا جہاں بسا ہے زمانہ ہے شک ریز
 جو گل ہے تر دماغ ہے نیلے رشت میں
 طوبی بھی جھوم اٹھا ہے ریاقت ہشت میں
 شیروں کے رخ بل لال یہ ہے حالت غتاب آفت کا دن ہے رخ بیا سی ہیں آفتاب
 ممکن نہیں وہ قوم نہ ہو غارت و خراب آثار ترکے ہیں اب آیا دم عقاب
 پوچھو نہ یہ کہ ہونگے فنا کس عذاب سے
 طوفان اٹھیں گان خون کا تیغ کی آب سے
 کہتے ہیں آستیں کو چڑھائے ہوئے دہریہ جلدی بڑھیں بس اب کہیں شاہنشاہ دلیر
 تلواریں کیوں خراب ہیں لاشوں کے کیوں گھر میدان الٹ دو چلتے ہی لڑنے میں ہوگی دیر
 دیکھیں عذاب وہ کہ نہیں جس کا ڈر نہیں
 لے لے وہیں زمیں کے تلے سے ستر نہیں

عباس تامل کے غصے کا ہے یہ حال نظروں سے خوں ٹپکتا ہے اللہ کے جلال
 لرزاں ہے اس طرح سے ہر صدمہ قتال تھرا رہا ہے نخل ہراک بید کی مثال
 شورا لاماں کا اٹھا ہے گردوں کے جوت سے
 تھرا ہے ہر دن نہیں چڑھتا ہے جوت سے
 برہم ہے طبع بادشاہ خوشخصال بھی پر ساتھ ہی امت جد کا خیال بھی
 رخ پر غضب بھی زردی رنگی ل بھی صدقے ہے آفتاب بھی بد کمال بھی
 دعویٰ جلال کا ہے کہ بیٹے علی کے ہیں
 رحمت پکارتی ہے نواسے بنی کے ہیں
 جب تھامتے ہیں باگ کو سنجہ میں استوار رکھ دیتا ہے قدم پہ کرم سر کو بار بار
 دیتے ہیں دمدم یہ صدرا شاہ ذوالفقار بیٹا بس اب اٹھا دو فرس تم پہیں تیار
 شناق سب شیریں جنگ آزادی کے
 میدان میں جل کے مہر کے دیکھو لڑائی کے
 مانا کہ دن صبر کا آج لے بنی کے لال پر کچھ پیر کے نام کا بھی چاہئے خیال
 بہتر ہے وہ تو ہوگا جو ہے حکم ذوالجلال ایک دو گھڑی کا پت تو ہے عرصہ قتال
 دنیا میں اس جلال کا ڈر سب ہو تو لے
 حملوں کی زلزلوں سے خبر سب ہو تو لے
 پہنچے ہراک مقام یہ اس جنگ کا خروش عالم سے صدائے بکیر و بدہ بجوش
 سکان ہر یاسی جانب ہوں سب کے گوش پہنچا کے بوئے خوں ہوا یکن زائین توش
 آتا تو نخل ہو بعد کو پیاسے نے سردیا
 کس دھوم سے بنی کے نواسے نے سردیا

ظالم ہیں دشمنان خدا ہیں عدوئے دیں لازم ہے اب کچھ تو سزا پائیں یہ لعین
 بکیں سمجھ لیا ہے تھیں خیر غم نہیں کھل جائیگا لڑائی تو آغاز ہو کہیں
 پشتی پہ خود رسولِ اہم ساتھ ہوئے
 میدان میں لڑنے والوں کے ہم ساتھ ہوئے
 بھاگے کہھرے دیکھو خود سر کہاں گئے کس کس جگہ لو میں چلے تر کہاں گئے
 لکھا کھا کے برھیاں یہ دلاور کہاں گئے کٹ کرتوں سے سر تن بے سر کہاں گئے
 بڑھنے میں کے بھی نہ کہیں پگڑیں گئے یہ
 رو کو گے جب تھیں تو زہیں پگڑیں گئے یہ
 جوش اچکا تھا شاہ کو سن سن کے یہ سخن آئی صدائے حضرت محبوبِ ذوالمنن
 روحی فداک لے مرے مظلوم بے وطن سچ ہے کہ تم سے لڑ نہیں سکتے یہ تیغ زن
 بے سربغیر جنگ ہر ایک نابکار ہو
 چاہا ہو تو یہ غضب کی نظر ذوالفقار ہو
 جرأت کا ذکر کیا ہے تمھاری کہ ہو امام عالم لڑے تو کافی ہے اس گھر کا اک غلام
 اس معرکے کو بھولیں گے برسوں نہ اہل شام پیاسے بگڑنے پائے نہ امت کا کوئی کام
 رحمت بھی ساتھ ہو جو بڑھو قتل عام پر
 غیظ اپنی جا پہ صبر ہو اپنے مقام پر
 ٹھہرا ہے جو ازل سے ہوتا وہ گر خیال دودن سے اپنی آل کا کیوں دیکھتے ملال
 غصہ علی کو بھی شبِ ہفتہ سے ہے کمال ہم روکتے نہ رہتے تو بچتے یہ بد نصال
 کس غیظ میں چڑھائے ہیں چاکلہ تین کے
 اب تک طبقِ اشرار ہوتے زمین کے

روکے ہیں دیکھو اپنے برادر کو ہم ادھر تم بھی جوان بھائی سے ڈال رہو باخبر
 غفلت نہ ہو غضب میں بھرا ہے وہ سیر نہ جاتے ہی معرکے میں الٹا دیکھا دشت و
 کیا جانے کیا کرے گا سپاہِ ضلال ہے
 دھڑکا ہے ہم کو ساتویں شب کی ہلال ہے

بھولے نہیں وہ حملہ ضرغامِ خشک گل سب مٹ گئے تھے بھاگ نہ جاتے جواں کیں
 ہو جاتے گریہ قتل جو قاتل ہیں بدلیقین پھر امتحانِ صبر کا موقع بھی کھتا کہیں
 حکم ظفر اب آج نہ دینا دلیر کو
 بہلاتے رہو پیار کی باتوں میں شیر کو

لو لے یہ ہاتھ جوڑ کے سلطان کو بلا نانا کرم یہ آپ کے شبیر ہو فدا
 حضرت کا میں نواسہ ہوں چاہیگا گر خدا ہنگامِ فتح لب نہ ملیں گے بجز دعا
 رو کو نکال اس ہزیر کو گو تشنہ کام ہوں
 عباس بھی غلام ہے میں بھی غلام ہوں

فیصل بسکہ حکم پر کی بھی ہے ضرور لڑو ننگا خیر کچھ پے تنبیہ اہلِ زور
 قاتل نہ قتل ہوں مجھے خود فکر ہے حضور آخر میں ہوگی نصرت عباس بھی ہے دور
 بڑھنے نہ دوں گا ہر سے آگے دلیر کو
 لے لوں گا جب متم تو رضا و ذکا شیر کو

دے یہ جکے سب س خوش قدم بڑھا گھوڑے اٹھے سپاہِ خدا کا علم بڑھا
 اقبال ساتھ لے کے جنود و حشم بڑھا یوں خوشِ دودم وہ بڑھے اور دم بڑھا
 اک ابر گردارہ گیا اٹھ اٹھ کے راہ سے
 برقیں چمکے چھپ گئیں گویا نگاہ سے

فوج یزید کا ہراس

پیکوں نے دی صدایہ اُدھر ہوشیار ہو چلائے سُن کے باقی شہر ہوشیار ہو
افسر پکامے کر کے نظر ہو شیار ہو غل پڑ گیا بچیں گے نہ سر ہو شیار ہو

اللہ سے ہیست آمد فوج اللہ کی

پچھے صفیں اُلٹ گئیں اگلی سپاہ کی

پہنچے جھپٹ کے اور ہراساں کئی سوار چلائے ہاتھ اٹھا کے خبردار ہوشیار

سارے نشان جھکا دو نہ ہو دیر نہ بہار آتے ہیں خود علم لئے عباس نامدار

کی سرکشی تو دھو دگے ہاتھوں کو جان

رایت بلند ہو نہ کوئی اس نشان سے

بھاتے آتے ہیں شہر دیں گرچہ دمدم غصے کی پرشکن نہیں ہوتی جیسے کم

جب دیکھتے ہیں جانب شمشیر برف تدم ہلا کے باتیں کرتے ہیں شاہ ہشتہ اُم

اوروں کو کب ہے تاب سخن اُس فیرے

دیکھو کسی کی آنکھ نہ ملجائے شیرے

سنا تھا یہ کہ جھکے نشان خاک پر گرے کانپے لبان پہ راہواں خاک پر گرے

زور آوروں پہ تھا یہ گماں خاک پر گرے تھرائے ہاتھ، غریب گراں خاک پر گرے

دیکھا تھا اُس جدال میں رانا جوساکھ کا

اوپر تلے اُلٹ گیا لشکر چھ لاکھ کا

پھیلے لگا ادھر کوئی دھڑا ادھر کوئی پہنچا بلند جا پہ برائے نظر کوئی
غائب ہوا پٹک کے نشان نامور کوئی بھانکا پھینک کے تیغ و سپر کوئی

سڑکا کوئی صفوں سے فرس کو نکال کے

ڈنڈا کوئی فرات میں گھوڑے کو ڈال کے

تھا قلبِ فوج میں پیرِ سعد بد عمارت کتنا تھا اندروں کے اہستہ سے دریاں
ہلچل سے بے لڑے ہوئے لشکرِ کسبے ہرں تم روکتے نہیں کہ رکے فوج بے قیاس

آمد کا شور سن کے ٹہرے بیٹھے آتے ہیں

یہ کیا غضب ہے جن پرے بیٹھے آتے ہیں

مہدیٰ کس کے سامنے ٹھکوں ہے اضطراب خود چیختا ہوں میں کہ نہ کوشش کرو ذرا
سنتا نہیں کوئی نہ حمیت نہ کچھ حجاب دانتوں کو پستیا ہوتی دیتے نہیں جواب

غیرت نہیں کہ تیغ بکف بھاگے جاتے ہیں

جی پھوڑے اپنی اپنی طرف بھاگے جاتے ہیں

بولے وہ سب میں بھی تردد ہے اے امیر رنکو تو دیکھ بھاگا ہے کیوں لشکرِ کثیر
ڈالی نظر جو دور سے تھرا گیا شریہ اتنا کہا کہ آتے ہیں عباس قلندہ گیر

کہتے دیا کچھ اور نہ رعب دلیر نے

گویا گلہ ڈبایا پنجہ سے شیر نے

نزدیک تھا کہ داں بھی مجھے شورِ افراہ خود منہ کے بھل گرا پیرِ سعد نا بکار
بولا یہ سب روکے شمرِ ستم شعار ٹھہرو کہ آئی ذہن میں تہ پیرِ یادگار

کوشش ہے اک آتے ہیں جنگِ زبانی کو

گر بن پڑے تو جیت لیا اس لڑائی کو

شمر کی ایک چال

کہنے لگے یہ جوڑ کے ہاتھوں کو سب کیا ہے وہ فکر دیر کا موقع نہیں ہے اب
 پوچھا یہ کیسی ہے ایسا ہو کچھ سبب اگر لڑے نہ تم سے ہر پرستہ عرب
 بولے لعین کہ پھر نہ وہیں شرفین سے ہم سب ابھی سمجھ لیں سیاہ حسین سے
 اُس نے کہا وہ تم سے جو مل جائیں ان کیوں پھر تمہیں نصیب ہو کس طرح کی ظفر
 سب اک باں نکالے کہ آجائیں گرا دھر غیر از یزید پھر نہ ہو دنیا میں تاج
 لیکن عبث یہ سعی ہے مشکلات ہے ہم سے ملیں گے کوئی کہنے کی بات ہے
 شاید یہ دلہی و تسلی کے تھے کلام ایسا ہے گر تو چاہئے ہم سب کو اہتمام
 بولا عمر یہ بحث کا قصہ کرو تمام باتوں میں دیر گزری ہوئے دو جلد کام
 میں مطمئن ہوں شمر دلاور کی سمت سے رشتہ وہ اس سے رکھتے ہیں اس کی سمت سے
 حاصل ہے فخر نسبت ضرغام ذوالمنن ہے یہ عزیز مادر عباس صفت ممکن
 یاں احتیں ہیں عیش ہے واں کلفت محن کیا دور ہے کہ رو نہ وہ اس کا کریں سخن
 کروے جدا جو سبط پیمبر سے بھائی کو خلت پہنکے سب بڑھوں پیشواؤں کو

بلا قبول کو کے اسے شرم بہ ہباد ہاں حکم دے غل نہ پچھے فوج میں نہ یاد
 سب ڈال دیں سلاح کہ برپا نہ ہو فساد پہنچیں جہڑ صلیں ہوں سلامی پیکھو پاؤ
 میرا یہ کام لاتا ہوں جا کر دلیر کو
 سب کا یہ کام روک لیں منت سے شر کو

فوج حسینی کا میدان جنگ میں پہنچنا

باتیں یہ تھیں کہ رن کی طرٹ غل ہو یا لو آگئی سپاہ شہنشاہ کر بلا
 بڑھ کر پے جمائے دلیروں نے جا بجا پیدا ہوئے جنود ملائک سر ہوا
 لشکر کمک پہ آگیا سب قدیر کا
 نعرہ ہوا فلک پہ جناب امیر کا
 بڑھتے لگا فرات بھی دکھلا کے جزدو اعدا میں خاک اڑا دوں آکو ہوئی یہ کہ
 نصرت کو باس آگئے صحرا کے دام و دھن سکان قاف بھی ہوئے حاضر پے مدد
 حرہ پہ سینھالے ہاتھ بلند ستین سے
 جن بھی کمر تلک نکل کئے زمین سے
 اللہ رے نہیب سپاہ ظفر قریں میدان سے دور ہٹ گئے دیکھے اہل کیں
 عباس نے تختہ میں جو گاڑا نشان دیں یا بو تراب کہہ کے رزے لگی زمین
 کانپے ادھر دھمک سے قدم ہر پدیکے
 رایت تمام اہل گئے فوج یزید کے

لوے پلٹس کے بھائی سے شاہِ فلکِ جناب
دیکھایہ فوج لایگی دم بھر و غاکی تاب
ڈاٹا کسی کو تم نے کی لی تیغ برق تاب
بے وجہ بھاگے جاتے ہیں سب غاناں خراب

ہم پھر ہی کہیں گے بگڑنا فضول ہے

ایسے گریز پاؤں سے لڑنا فضول ہے

اچھا تمہیں گران کی سزا کا ہے کچھ خیال
پھر جاکے چھین لیجو دریا دم جہاں
ہے آج سب لیزوں کو شوق و غاکمال
اور نہ کی دیکھو جنگ ابھی اے پردے لال

غصہ میں تم جو ہو تو ہر اک دور دور ہے

بتیاب سب ہیں ان کی بھی خاطر ضرر ہے

کی عرض ہاتھ جوڑ کے جو مرضی امام
حکم آپ کا ہے حکم رسول فلک مقام
خیر اور سب قبول مگر یا شہِ انام
اکبر کو جانے دیگا نہ یہ با وفا غلام

کس طرح دیکھ سکتا ہوں جتنا حق ہیں

تینوں میں شاہزادہ ہو میں شہ کے پاس ہیں

ہم صورت بنی ہے وہ سر بایہ سرور
لڑنے دیوں اپنے ہوتے یہ ممکن نہیں حضور
بولے کمال پیار سے شاہنشاہِ غنور
اچھا یہی خوشی ہے تو جنگ ان کو کیا ضرور

لازم ہے جو رضا ہو تمہاری دوسرے میں

اکبر کی کیا مجال جو نصرت طلب کریں

یہ سن کے کچھ بڑھے علی اکبر نے کلام
دکھلا کے آنکھ اشاہ سے ملے مانع ہوئے امام
شمار اس طرف صفوں سے چلا کر کے انتظام
بولا کوئی کہ حکم ہے کیا یا شہِ انام

مفسد ہوا ایک ہے یہ شریر اہل زور میں

رستہ اسے ملے کہ سر آئے حضور میں

فرمایا شہ نے کہے دو جو آئے روسیہ آتے اپنے پاؤں سے جائیگا اپنی راہ
گرم سے شکر لگیا تو پاسکتا ہے پناہ دیکھے گا روز بد بھی بری ہوگی گرگا

خود کچھ کہے گا یا کوئی پیغام لائے گا
جیسا سوال ہوگا جواب اس کا پائیگا

بوسے دلا دران سیاہ شہ زماں بدو اسے کیا وہ آئے کہ سب شکر گراں
شکر کہا حبیب نے بولے گا کچھ یہاں برچی سے پھید لونگا و غا کا رکی زباں
گو یا ہوئے ظہیر کہ ہم مرنے والے ہیں
گر شہ ہے تو کیا ہے یہ سب دیکھ بھالے ہیں

شمر کا امام حسین پاس آنا صلح کی گفتگو کی بات کو لیکر نا
شمر کا امام حسین پاس آنا صلح کی گفتگو کی بات کو لیکر نا

داں خادان شہ کو پکارا وہ بد نہاد کرد خبر حضور سے آتے ہے خانہ زاد
اس حاضری سے غیر اطاعت نہیں مراد رکھتا ہوں عرض کچھ پہنچے شہ و فساد

امید عفو و رحم ہے شاہ انام سے

کہنا ہے جو وہ آپ کہو نگا امام سے

اللہ رے خلق عام شہنشاہ نیک تو بلوایا حسین نے قاتل کو رو رو
گو شوکت چشم پہ جلا دل میں کیستہ جو ڈر ڈر کے بعد مدح و ثنا کی یہ گفتگو

جیسے ہیں رحم و لطف امام غیور کے

اگلے گرم نہ بھول سکوں گا حضور کے

حضرت کو یاد ہوگا وہ کون کا ماجرا نہایت دہ سریر خلافت تھے مرتضیٰ
 آیا تھا قید ہو کے میں یا سبط مصطفیٰ کوشش ہر ایک کی تھی کہ سر ہو مرا جدا
 بڑھ بڑھ کے عرض کرتے تھے نہ بڑا بک
 دشمن ہے قتل ہو یہ نہایت عذاب سے
 سنتے ہی آپ اگر نہ پہنچتے بصد شباب جلا دیا کس کو لائے تھے ہوا کے شیخ و شباب
 کرتے تھے دمہ دم بوشفاعت مری جناب غصہ تھا پھر لیتے تھے چہرے کو بوزاب
 آخر منہ اپنا اٹک دے دھونے لگے علی
 مانا نہ جب حضور نے رتنے لگے علی
 حضرت کہ جب گلے سے لگا کر کیا تھا پیار باتیں وہ تھیں نہ کوئی سمجھتا تھا زنیار
 آتا تھا تذکرہ کسی خنجر کا بار بار ہو جاتے تھے بیان اسیری یہ بقرار
 پردہ تھا کچھ ہر اک سے کھلے کر ذکر میں
 رومال تر تھا اٹسکوں سے چادر کے ذکر میں
 پر غم تھا حالِ دہِ بیمار کس قدر لڑکی یتیم، ظلم طمانچوں کے الحذر
 علم اس کا گو نہیں مگر اب تک ہے یہ اثر ہوتی تھا یاد ذکر میں چشم آنسوؤں کے تر
 اک بدترین فرقہ ظالم کا حال تھا
 کچھ صبر صابریں و مظالم کا حال تھا
 طاری تھی آپ پر بھی وہ حالتِ دمِ لال ہوتا تھا زرخ کبھی پھر کا رنگ لال
 فرمایا پھر علی نے جب آیا مرا خیال زنداں بھی بھیجو اس کو تشدد ہے کمال
 تاریک گھر ہو فرق نہ ہو دن میں ات میں
 پھٹنے نہ پائے قید سے قید حیات میں

وہ قید سخت موت تھی جس کا مجھے حیات لیتے تھے آپ ہی تو خیر وقت مشکلات لاتے تھے قسم قسم کے کھانے ہر ایک بات پانی بھی خود پلاتے تھے اللہ کے انکسارات

رہتے تھے آپ مجھ کو بصد پیاس دیکھ کر تالک تھی کبھی نہ مری پیاس دیکھ کر

یاں تک غلام کیلئے کی کوشش مزید صدر قے میں قید سے ہوا آزاد روز عید جیتک نہ ہو گا آج بھی لطف شہر سعید ممکن نہیں ہے جاہزی لشکر یزید بس مختصر ہے ہوش کسی کے بجا نہیں

عباس نامدار سے تاب و غنا نہیں

بھیجا ہے ابن سعد حضرت کو یہ پیام منظور دیکھے صلح ہے ارضی ہوں امام اک جاسب اسلئے ہیں بران سپاہ تمام جو ماہ النزاع ہیں بھڑٹے ہوں تمام طے کر لیں حل کے اذن امام غسیودی

عباس نامور کو اجازت حضور دیں

بولے یہ مسکرا کے شہنشاہ بحر و بر پہلے بھی ہم کو سبب طینت کی تھی خبر واقف ہیں اب بھی نیت قاسم سے سرسبز خیر ان کی یہ خواہی ہے تو بہتر ہے رفع شر پہنا نہیں جو کوشش بجا ہے کام میں

روباہ چاہتے ہیں کہ شیر آئے دام میں

مکار و حیلہ ساز ہیں سب بانی حسد لڑو تو کچھ نہ کر سکے اب اس ہے جد کہ بھولے وہ اپنے ظلم کو بھی نہیں ہے حد اچھا جو ملتی ہیں نہ ہو گا سوال رد

عباس جاؤ گو کہ یہ پر کر و زور ہے

دشمن بھی گھر میں آئے تو خاطر ضرور ہے

شکر یہ حکم صفت سے نکل کر بڑھا وہ شیر گھوٹے اٹھا کے ساتھ چلے اور بھی دلیر
 فرمایا ٹھہرو ہم ابھی آئے نہ ہوگی دیر کیا ڈروہ شر کریں گے تو لاشوں کا ہنسنے لگیں
 دیکھیں گے جا چھپے گا عمر کس پناہ میں
 ضیغ نہیں جو گھس کے نہ مارا سپاہ میں
 یہ بھیجا جو ساتھ ہے بداصل بدناما باغی ہے سب اسی کا ہے بویا ہوا فساد
 کیا دوست بن کے شاہ کے احسان لائے یا کچھ تازہ مفسد ہو یہ مفسد کی ہے مراد
 چھوٹا تھا پہلے سنی شہ خوش صفا سے
 اب ہم لے پھڑائیں گے قید حیات سے
 بے تاب ہو کے کہنے لگے شاہ کنوٹ خصال بھیایہ کیا ابھی سے تمہیں آگیا جلال
 جلتے ہو اسلئے کہ ہو قفسوں کا انفصال ایسا نہ ہو پہنچتے ہی آغانہ ہو جدال
 جو کام ہو برفق و مدار وہ کام ہو
 لازم ہے تم کو ضبط کہ محبت تمام ہو
 ٹپنے کو کیا ہے آئے ہیں جیب ہر خجلم کچھ مصالحت ہے اور سہی دیر کوئی دم
 تو مصلحت ہو کہدیا ہو گانا پیش و کم انٹی پڑی رتے ہیں فکریں جو بد کشیم
 وہ جانتے ہیں ہم سے علی کا پسرے
 تم کیا لو گے دیکھو کتنے ادھر سے
 سنکر امام سے یہ خبر سب وہ ارجمند خوش ہو گئے درود کے نعرے ہوئے بلند
 اٹھا جناب حضرت عباس کا سمند پیدل چلا رکاب میں شمر و غالیسند
 لب پر جب اس کے کچھ سمن زور آتے تھے
 یہ منہ کو پھیر لیتے تھے کہہ مسکراتے تھے

وہ جانتا تھا خوش مری باتوں سے ہنسا کرتا تھا اور ہرزہ سلانی کہ اب ہیں شاد
لاتا تھا جو زبان پہ سخن واں و پُر فساد کہہ دیتے تھے و سبک یہاں شاہِ خوش نہا

پہنچاتی تھی ہوا خبریں اس مقام سے

تو یہ تمکشی کا کر چلا ہے امام سے

کہتے تھے سب جو تھے متبسم شہ ہدا آقا یہ کچھ سفید بھی ہے مرد پر دغا
ڈرتا نہیں فضول بیانی کے بجایا اٹا جو ہا تھا مار دیں منبر پر تو پھر ہو گیا

چھکے سفاہتوں کا مزہ دار و گیر میں

دندیاں یقین تو ہے کہ ہوں خلقِ شریں

حضرت عباس کا فوج شام میں پہنچنا اور اہل جیوں کی خوشی

پہنچا جو اس پہ کے قریں و فلک مقام باجے خوشی کے بچنے لگے ہر طرف تمام
جس سمت اٹھ گئی نظر صیغہ امام خم ہو گئیں ادھر کی صفیں سب کے سلام

سردار آگے آئے اپنی اصفائی کو

جھک جھک کے سب شاں بھی بڑھے پشوائی کو

سمٹی ہوئی و گرد کسی لاکھ کی سیاہ مانند شیراز میں عباس عرش جاہ

لوہے میں غرق سب صفت صنیعہ الہ جاتے ہیں ڈالتے ہوئے کیا کیا کر مٹی گاہ

پھایا ہر اک پہ رعب نظر ہے حضور کا

سرخ سوئے بارگاہ عمر ہے حضور کا

خوش خوش ہر ایک تیا ہے ہر اک تہنیت
 بکری کے شہر و غاکار کی صفت
 ملکر گلے یہ کہتے ہیں باہم بہ مشورت
 عیدان کر دیں فوج میں ہیں یہ مصلحت
 خوف اب عیش ہے بیکہ کے جند کے شیر کو
 ہم بڑھ کے پہنے دیتے ہیں نہریں لیر کو
 باہر سب کپ سے ہیں خوشی میں یلان نرگس
 غوغائے وحشیان عرب ہر جگہ ہجوم
 بھرتے ہیں خم سجا کے زغندیں علی العموم
 مچھی سے ہنسنے والوں میں قلعاریوں کی دھوم
 لے بھاگے ہیں جو ستر کو گودی میں آن کے
 لائے پڑے ہوئے ہیں ستر کو جان کے

کچھ مفسد و نکاحیمہ حرم میں خیر چوپایا اور خیمے میں تہلکہ

اس غل میں اک طرف سے کئی مفسدان شام
 چلائے جا کے یوں عقب خیمہ امام
 ہاں باخبر ہوا سے حرم شاہ کشنہ کام
 لوہم سے جا کے تل گئے عباس نیک نام
 ڈرتھا اسی ہنر پر شیر مشرقین کا
 توڑا اُسے قوی تھا جو باند حسین کا
 افسوس ہے امام کو آیا نہ کچھ خیال
 لائق تھا قدر کرنے کے دشیر حق کالال
 عمدہ دیا علم کا نو کیا کر دیا نہال
 اب کچھ سکینہ جان کا آن کو نہیں طال
 داں جمع دعوتوں کے سب اسباب ہو چکے
 مرجاؤ تم عطش سے وہ میرا اب ہو چکے

یہ کہہ کے ہو گئے و شریک طرف رواں
 چلائی در پہ جا کے یہ قصہ نصیبِ فعال
 خیمے میں متور چکیا تھر آئے پاسباں
 یہ کیا خبر ہے بھوٹ کسے رب انس مہیاں
 دوڑو کوئی کدھر ہیں فدائی سے بھوٹ کر
 کیا بنگی حسین پہ بھائی سے بھوٹ کر
 ہے ہے امام ہائے شہنشاہ بحر و بر
 جو حال ہے بجائے قلع ہوگا تخت تر
 کیونکر کہوں پھر گئے عباس نامور
 کیا دور کھول ڈالی ہو گر جنگ سے مگر
 مایوس آتے ہونگے پھرے دم گاہ سے
 ہوگا علم سے کام نہ مطلب سیاہ سے
 دانخواستہ یہ دکھ یہ غم درجِ بقیاس
 کیا حال ہوگا دیکھ کے لشکرِ اداس
 تھے وہ تو دل سے عاشقِ سلطانِ نیکار
 پھر کس کی اس ایسے باد سے جب ہو یاں
 ہول کتنے ہیں یہ کی ہے دغا فوجِ شام نے
 ہے ہے نہ سب کو چھوڑ دیا ہو امام نے
 اب سنئے حالِ زبوعِ عباس بادشاہ
 سن ہوگی یہ سنئے ہی رہ صاحبِ قہار
 بیٹھی تھی اٹھ کھڑی ہوئی گہر کے دی صفا
 مجھ سے تو کچھ کہو اے لوگو یہ کیا ہوا
 شوہر نے دکھ میں ناؤ کو کس کی ڈبو دیا
 کس کو مرے نصیب نے دنیا سے کھو دیا
 ہے ہے یہ مجھ سے میرے مقدر نے کی بری
 ابن علی نے صاف غادی برا بدی
 سمجھے نہ شہ کو باعثِ الطافِ مرنی
 بچوں کو لیکے چلے کدھر اب یہ غمزدی
 آگے کسی کے لونڈی سے جایا نہ جائیگا
 منہ بی بیوں کو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

ایسا ہی تھا تو ساتھ نہ آتے امام کے
دشمن سے ملنے شہر عالی مقام کے
یہ کیوں گئے ڈو غول میں افواج شام کے
اچھا سلوک مجھ سے کیا ہاتھ تھام کے

گھر میں کسی سے بات کے قابل نہیں رہی
غزت میں لونڈیوں کے مقابل نہیں ہی
دقت کی آنکھ سے مجھے دیکھے گا اب کئی؟
دنیا میں یوں بیکش ہو عزت طلب کوئی
بجھے گا رشتے دار امیر عرب کوئی؟
میں کیا کرونگی بات نہ پوچھے گا اب کئی

آئنگی مدتوں یہ حقارت بیان میں
تحفت نصیب مجھ ہی نہ ہوگی جہان میں

لے بخت واژگوں یہ مصیبت نہ رکھ روا
لے ددو غم ملال سے جی بھر چکا مرا
لے وقت بدخواست ساعادت تاکجا
لے آسماں نہیں ترے ظلموں کی انتہا
لے موت جلد آ مرے قصے کو پاک کر

لے ارض کر بلا مجھے پیوند خاک کر

ہیں نا سمجھ ابھی کے دونوں مہ منیر
بجیش گئے ہائے دیگا جو طعنہ کوئی صغیر
بچوں کے ساتھ کھیلے گئے ہونگے نہ گوشت گیر
وہ کیا سمجھ سکیں گئے کہ ہم ہو گئے حقیر
اگلا سا میل جول نہ وہ بات چاہئے

بجھولیوں سے اب نہ مساوات چاہئے

یا تو وہ نصرت خلف سید البشر
کھولی نہ تھی حسنین کی بازو ہی ہوئی مگر
یا اب یہ بیرنجی کہ ادھر سے گئے ادھر
گویا نہ تھے غلام شہنشاہ بگرد بہ
جو خادمی کے طور تھے بے طور ہو گئے
وہ اور ہو گئے کہ امام اور ہو گئے

وہ ہفتہ و دوم کی جدالوں کے واقعات اب تک لڑ رہی ہے سپاہ زبوں صفات
 مہتی فکر آب آتی ہے کہنے میں بھی بات کھڑے تھے اپنے ہاتھ سے تیرے کنوئیں ستا
 سمجھی ہیں آج جانے کا مطلب پھر آئیے
 تب رستے پانی لائے تھے اب تل کے لائیے

اعدائے دین کی سفارش بھی تو ہے کام کچھ مہرباں کرینگے کہہ دیتے ہیں تشنہ کام
 عاجز سمجھ کے رحم کرے گی سپاہ شام روئی میں کس طرح کوئی رشتے کا ہے مقام

آقا سے یہ دغا جو بری ہو تو روؤں میں
 دشمن سے التجا جو بری ہو تو روؤں میں
 خدمت سے شہ کی منہ کو پھرایا تو کیا ضرور آفت میں ہے بتول کا جایا تو کیا ضرور
 سیدانیوں کو گھر میں رلایا تو کیا ضرور دکھتے دلوں کو اور دکھایا تو کیا ضرور
 دیا یہ جائیں یاں بھی کوئی تشنہ نہیں
 سیراب ہوں و غش میں سکینہ تو اب نہیں

کہہ دے کوئی نہیں میں پانی کی احتیاج سب کا خدا ہے یاں بھی وہ قائم کھیں مزاج
 غلین بیویوں کی ہے لونڈی کے سر پہ تاج میں تو کینز انکی ہوں کیسا ہواک راج
 بدوا ہے کیا بتول کی کھیتی ہری رہے
 یارب یہ مانگ باؤ کی صندل بھری ہے

جاؤ گی یاں سے گئے بخت جب میں دل جلی نیک کے سر کوئی دہائی ہے یا علی
 اپنے پسر کا حال ہے حضرت پہ منجلی فرما دیکرے آئی ہوں جاؤں کس گلی
 آقا کے حق کئے نہ ادا داد دیجئے
 شوہر نے میرے کی نہ وفاداد دیجئے

نوجہ ہوں انکی اہل قایہ سنیں گے جب شہدائے آل مجھ سے کنار کریں گے تب
 منہ کو پھپکا کے راہ میں جنگل کی لونگی اب پوچھے گا گر کوئی کہ ہے تو کون جاں بلب
 رو کر جواب دوں گی تلاشی تھنا کی ہیں
 کیونکر بتا سکوئی ہومر تھنی کی ہوں
 یا فاطمہ کچھ اس میں نہیں ہے مرا تصور محبوبے ن خطا مرے ارش کی ہے ضرور
 لوندی کو بخشے تو کرم سے نہیں ہے دو ایسا نہ ہو کہیں دم ہنگامہ نشور
 کہئے کہ اب بلند نہ کر شور و شین کو
 شوہر نے تیرے چھوڑ دیا تھا حسین کو
 یہ کہہ کے دونوں تھوک پٹیا جو اس نے سر تکتا تھا منہ لیٹ گیا ماں سے بڑا پسر
 بولا پھر اپنے ہاتھوں کے ہاتھوں کو جوڑ کر اماں نہ بیٹے سمجھی ایسے نہیں پدر
 کیوں شہ کا ساتھ چھوڑینگے اعدا کیوں
 وہ اپنی جان دیتے ہیں آقا کے واسطے
 کہنے کو جو کہے کوئی کہنے بھی دیجئے جھوٹی خبر ہے آپ اسے باد نہ کیجئے
 غم کھائے نہ خون جگر غم سے پیجئے یہ سب غلط نہ ہو تو قسم مجھ سے لیجئے
 بھر آیا دل منہ انھوں سے دھونے لگیں گے اب
 اچھا نہ مانئے گا تو یونے لگیں گے اب
 سمجھانے کو تو ماں کے کئے اس طرح کلام پروا تھ تھا باپ کا رویادہ لالہ قام
 بول پسر سے مادر مغموم و ہتہام جی جاؤں میں تاجو بن لئے تم سے کام
 یہ سرشار باد شہ نیک نو کرد
 اپنا لہو بہا کے مجھے سرخ رو کرد

جلدی سے باندھی کہہ کے یہ فرزند کی کر
دوڑیں تمام بی بیاں سرسپٹ پیٹ کر
ہتھیار چھوٹے چھوٹے لگائے اُدھر اُدھر
غل چڑ گیا کہ جاتا ہے عباس کا پسر

سب گھر پہ بدلیاں لم و غم کی چھا گئیں
بھاوج کے پاس زینب و کلثوم آگئیں

بچے سے سب پیٹ گئیں سیدائیاں بہم
آپٹل سے اپنے پونچھ کے بھاوج کے اٹک غم
لیکن جناب زینب خاتون محترم
بوس غلط یہ دھیان ہے کھاتی ہوں میں قسم

ہرگز نہ ساتھ چھوڑ گیا خوشخو حسین کا
بھائی کا جڑو تن ہے وہ بار و حسین کا

تو صاحبہ ہے ایسے مناسب نہیں سخن
یرج کہ تیرے حق بطرت ہیں غم و محن
ہوتا ہے اس میں ہن غلدار صفت شکن
میں کیا کروں قلق کو کہ بھائی کی ہوں بہن

دل سے خیال دور جو تھے پاس آتے ہیں
بی بی بسا بے رُو مجھے دسواں آتے ہیں

ہے ہے صغیر بچے کی بندھوائی ہے کمر
پھپھیوں کا پیاری بہنوں کا پیارا ہے یہ کمر
اس میں ہن بھیجتی ہے اسے سوئے فوج شر
کتنوں کے اسکے داغ سے جل جائیں گے جگر

موتا ہے دل قلق سے مرا جان رتی ہے
اب ہاتھ سے نشانی عباس کھوتی ہے

کہنے کو کچھ بھتی بالی سکینہ باغ نظر اب
کی عرض کا نپ کا نپ کے اے آساں جناب
رو کر قدم یہ گریزی زینب کے ڈشتاب
کیا جانے کی کہا تھا کہ صد ہوں بھتی نہ تاب

ہول آتے ہیں کینہ شبہ حق شناس ہوں
تقصیر غفویہ میں بدحواس ہوں

رونے لگے یہ سن کے حرم سب بیدار
 ڈویرھی سے دی صد کسی خادم نے کہاں
 سب خیریت ہے حرم شاہ اش ویاں
 سنے کو کچھ گئے ہیں علمدار نوجواں
 کیا دور ادھر سے ذکر صفائی شروع ہو
 آئے وہ شیر جب تو لڑائی شروع ہو

عمر سعد کے خیمے میں عیاس کی پیوئی کی تیریاں

سنا تھا یہ کہ سب سے کہا شکریا الہ
 اچھا ہے صلح کی نکل آئے جو کوئی راہ
 ہاں پھر نہیں وہ معرکہ عاشقان شاہ
 پھر پڑھ رہا ہو حال علمدار عرش جاہ
 آنا سٹیں ہیں جہن کی یہ رنگ ادھر کلبے
 گویا دلہن بنا ہوا خیمہ عمر کا ہے
 ہیں جمع دعوتوں کے سب سیاب ہر طرف
 خوان طعام و تحفہ نایاب ہر طرف
 سریت بھرے وہ ساغر پتیا ہر طرف
 ٹھنڈی صراحیوں میں ہے برفاب ہر طرف
 پھولوں کے چار سمت ہیں اتار فرش پر
 اک سو بھی ہے مسند زرتار فرش پر
 تادور دونوں سمت جو لشکر ہے راہ پر
 عہدے لے ہوئے ہر اک افسر ہے راہ پر
 پھر کاؤ دو طرف سے برابر ہے راہ پر
 ٹھنڈی ہوا بتائے ہوئے گھر ہے راہ پر
 تر ہے پتی ہوئی جو زمیں آفتاب سے
 سوندھی مکمل رہی ہے ہنک خاک آب سے

ہے دریہ بارگہ کے لقیبوں کا اردھام نوبت لئے ہیں نوبتیاں امیر شام
 باجوں کے لوگ کام پہ ہیں مستعد تمام قرنا اٹھاپکے کئی دیو سیاہ قام
 ڈنگوں پہ خم نشان ہیں نامی کیواسطے
 جو ہیں اٹھی ہوئی ہیں سلامی کیواسطے

حضرت عباس کا آنا اور عمر سعد کا تعلق

اُس حدراہ پر تھیں نگاہیں کہ ناگہاں چمکا علم کا پنجرہ پرتاب و زرفشاں
 آیا لظرفرس پہ ہنر پر شہ زماں باجے بجے ادھر کہ ہلی سفت سماں
 اور آگئے قریب سے اس ادوج موج سے
 کا پنی زمین تلاطم دریائے فرج سے
 کوئی نہ تھا خطا کے قابل جو راہ میں داخل مع سمند ہوئے بارگاہ میں
 ہوگا جلال و رعیت کسی نگاہ میں لرزہ عمر کے پڑ گیا قلب سیاہ میں
 بہر سلام فرق بخش خم کئے ہوئے
 پہنچا قریب نذر کی کشمی لئے ہوئے
 فرمایا ہاتھ رکھ کے تواضع ہے یہ فضول بے انفصال نذر نہیں ہے تری قبول
 خادم کے منتظر ہیں دمہ ناسب رسول ہاں مختصر سی وجہ طلب کہہ نہ چھ ہو طول
 راضی ہو جتن کھتے ہیں مرت بھی ہر بھی
 رحمت بھی ہے اماں کے قبضے میں قہر بھی

بولالیں کہ تابع قریاں ہوں میں عتلام
یہ کفش خانہ آپ کا ہے اے فلک مقام
لیجئے قسم سوائے اطاعت جو کچھ ہو کام
حاضر ہیں بت لوگ سران سپاہ شام

مجرافبول ہونے کے امیدوار ہیں

خادم ہیں جاں نثار میں اُخدر متکزار ہیں

کیوں صلہ جو میں صبح سے کتنا تھا بیقرار
کیا کیا تڑپ کے راہ پہ جاتا تھا بار بار
دیکھی یہ تم نے فطرتِ شمر دغا شمار
پہنچا خود اور مجھ کو نہ ہونے دیا سوار

پہلے ہی جا کے بندہ درگاہ ہو گیا

کیا خوب مجھ سے بڑھ کے ہوا خواہ گیا

سبا کے بان بٹکے یہ گویا ہوئے لیں
کہتے ہیں ہم حلفت کی یہ سب سچ ہے نہیں

بولادہ اب حضور ہوا بات کا یقین
پیاسے میں آپ شے نہ میل دل حزیں

رفت ان میں دیکھئے کہ ہے کسی سیسی ہوئی

ٹھنڈک سے ساغزوں پہ سڑی سیسی ہوئی

آقا بس اب قبول ہوئے کی التماس
گرمی کچھ ایسی کج ہے مجھ میں نہیں حواس

سب مضطر عطش سے ہیں یلہے گر چہ پاس
پانی پہ پانی پتیا ہوں بھتی نہیں ہے پاس

یہ اضطراب سخت ہے ہر اضطراب سے

وہ بھی بشر ہیں در جو بیستے ہیں آپ سے

اب بخش سے اتر کے کرم کیجئے جناب
ٹھلاؤ گئیں لے کے سمندر صبا ثواب

سند پہ چلے لوگ خوش خدمت سے برہ یاب
کچھ کھا کے نوش کیجئے دو ایک جام آب

دم نیلے چلے خدمت شاہِ غفور میں

ہم سب تو ساتھ ہونگے رکابِ حضور میں

اس فوج میں نہیں کوئی اب آپ کے غلام جو تھے وہ قتل ہو گئے کتاہوں مشامنت
یا بھاگ کر نکل گئے کچھ بانی گزاف کیا تھر کی تھی ڈشہ ہتم کی بھی مصاف
لاکھوں کا کھیت سا کٹہ تیغ آزمائی میں
اب تک تو رن پڑا نہیں ایسا فدا میں

بھایا، بڑکا، ڈانٹا، کہا بھی بڑا بھلا ایسی چڑھی نہ تھی کہ سمجھتے سخن مرا
دعوے سے کی تھیں آپ کے ترطیں پے و غنا پھر ہم تو ہنسنے والے تھے اب پھنلے کیا
جس راہ پر وہ تھے انھیں ڈھروں رکھ لیا
تو ریت بے محل ہی کے پھروں پر رکھ لیا

اس شکر چار لاکھ تماشا شانی تھی سپاہ سب طرف سے بیچ میں ان کی تھی نہ مگاہ
جب ضرب کر کے منہ کے بھل آتے تھے رو سیاہ کیا ہاتھ اٹھائے کہتے تھے ہم واہ واہ واہ
وہ جانتے تھے ہیں یہ معرفت تپاک سے
سو سو سلام کرتے تھے اٹھ اٹھ کے خاک سے

نامی تھے گو پہ عقل سے خارج تھے اہل کید ہوتی جو کچھ سمجھ تو دکھاتے بھی ندق و شید
شیر و غلے تھے آپ وہ رد باہ دل تھے صید سب مرکبوں پر تھان کے بڑے تھے عمر زید
دعوے بڑے نشان پر تھے اہل زور کے
اس معرکے سے گز گئے تھنڈے تھور کے

سچی تو بات یہ ہے چھپانے سے کیا ہے کام بس میں اسی لڑائی سے حضرت کا ہوں غلام
افسوس ہے یہاں پر جو ہوتا امیر شام رہتی یہ فوج اور کسی کے بھی پاسے نام
لے لیتا آپ کو شہ عالی مقام سے
بیعت کا پھر سوال نہ کرتا امام سے

اے غرض یہ ہے اے اک مشور طلب پروانہ یزید ابھی آیا تھا وقت شب
 بارے میں آپ ہی کے مضامین تم تھے سب کرتا ہے التماس و گزارش بعد ادب
 گر سر فراز کیجئے غم جائے شاد ہوں
 یہ گھر تو ہے حضور کا میں خانہ زاد ہوں
 عہدے تمام لیجئے لشکر بھی لیجئے خواہش ہو گر خزانہ پرند بھی لیجئے
 مال و منال لے کے مرا گھر بھی لیجئے جس ملک کی طلب ہو وہ کشور بھی لیجئے
 ہر شہر کا خرچ بھی دیتا ہوں باج بھی
 یہ بھی نہ ہو تو تحت بھی حاضر ہے تاج بھی
 جو مابہ النزاع ہے برہم ہیں جس پہ شاہ دخل آپ گرنہ دیں تو نخل آئے کوئی راہ
 بس صاف یہ ہے لے خلع حنیف اللہ میں مانگتا ہوں آپ کی تلوار سے پتاہ
 خوف اس قدر نہیں کسی نشان کی تیغ سے
 بندے کو قتل کیجئے احساں کی تیغ سے

حضرت عباس کی تقریر

مجھ سے سوائے کون بہادر کا وقت دے گا
 جھوٹے یہ سن کے جوش میں عباس نہ جواں
 واپ کیا دیا امام نے جز عہد نشان
 فرمایا ادسضیہ بس اب بند کر زبان
 یہ چاہو سسیاں یہ تملق کلام میں
 لاتا ہے ہم سے شیر کو باتوں کے دام میں

کیا ہے وہ شور و خروش ترا حکم پلید فاسق، شرابخو، شقی، مرتد و مرید
 بے پیر، بے تمیز، عزازیل کا مرید نسبت ہے کیا امام کجا اور کجا یزید
 وہ ہے زبول خصال جمیل الشیم ہیں یہ
 ظلمت وہ دیر کی ہے چراغ حرم ہیں یہ
 وہ خار ہے و خار جو خاروں میں ہے خراب یہ پھول ہیں وہ پھول جو پھولوں میں ہے تنہا
 وہ نار ہے وہ نار جو ناروں میں ہے عذاب یہ نور ہیں وہ نور جو نوروں میں ہے نقاب
 وہ ماند ہے وہ ماند جو ماندوں میں ماند ہے
 یہ چاند ہیں وہ چاند جو چاندوں میں چاند ہے
 وہ شام ہے و شام جو شاموں میں غم فرا یہ صبح ہیں وہ صبح جو صبحوں میں دلکشا
 وہ داغ ہے و داغ جو داغوں میں شعلہ زار یہ باغ ہیں و باغ جو باغوں میں پر فضا
 وہ زشت ہے وہ زشت جو زشتوں میں ایک ہے
 یہ نیک ہے وہ نیک جو نیکوں میں نیک ہے
 حور و تصور و تہر لیں گلشن ارم میکال و جبریل و سرافیل و ذی حشم
 کرسی و فرش و عرش بریں لوح اور قلم میزان و حشر و بحر و بر و زمزم و دم
 پوچھے جو ان سے کون شہر مشرقین ہیں
 سب اک زبان ہو کے پکاریں حسین ہیں
 کیا اس لیں کو قدر نشان شہر ہدا یہ عہدہ پد ہے جو ہم کو ہوا عطا
 کا ندھ ہے یہ اس علم کو اٹھاتے تھے تفتی رکن رگین فوج ظفر موج مصطفیٰ
 سر قدسیوں کے جھکتے ہیں امت کو دیکھ کر
 پڑھتے ہیں سب و دایسی رایت کو دیکھ کر

ظالم مری حرام سے ہے طالب پناہ اس تیغ سے ہے بڑھکے کہیں بکینو کی آہ
 ڈوتا نہیں کسی سے سوا میرے ڈیہاہ اس گھر کا ایک طفل بھی پائے جو حکم شاہ

رکھے نشان و نام نہ تختِ پلید کا

پایا ہلاکے قصر الٹے سے یزید کا

عہد تمام کیا ہیں لشکر ہے اس کا کیا مٹی ہے سب خزانہ رزر ہے اس کا کیا
 کعبہ گھرا بیت کا ہے گھر ہے اس کا کیا خطہ ہے جبر و غدر کا، کشور ہے اس کا کیا

شاہوں کے شاہ خسرو عالی مقام ہیں

وہ کون تخت و تاج کے مالک امام ہیں

ہم اور امام بکیں و تنہا کو چھوڑ دیں ادنیٰ غلام کیلئے آفت کو چھوڑ دیں
 پست اس قدر ہوں رتبہ اعلیٰ کو چھوڑ دیں دنیائے دہل کو واسطے عقبیٰ کو چھوڑ دیں

چھوڑیں خرم کو رسم ہوا ہل کنشت سے

دو نہخ کو کوئی جاں لے بکاف بہشت سے

اچھا یہی ہے اس ستم آما کو گر خیال بس اک ہماری تیغ سے رتبہ بھصال
 یاد اس کو مکہ کہ اب دم نہ گامہ جدال پہلے لڑے گی فوج ہر شاہ باکمال

اپنی سپہ کی طاقت قوت بھی دیکھ لے

ایک اک جہی کی نکت و حرمت بھی بیکھ لے

کیوں توجہ جنگ کے نے میں ہو گا نہ تجھ کو ڈر یوں بھی سپہ لڑیں تو کہیں با نیان شر
 پر ہاں تمام فوج میں کھدے پکار کر روکی جو راہ نہر تو ہوں گے نہ تن پہ سر

کوئی تلک ڈٹے ہوئے گو بد شعار ہیں

ابکی کھنچی یہ تیغ تو پھر وار پار ہیں

وہ رزم کیا تھی کیا شب ہفتہ کے واقعات اب نے کر کیا کہ نہ سکے کچھ ترپوں صفات
 ماما بھی ہے انہیں تو یہ کیا فخر کی ہے بات کچھ ان کی اصل تھی نہ تمھاری چٹانات

لو کر تو مر گئے وہ نہ گریخت پاسکے
 جرات کے تم دھنی ہو کہ چرکا نہ کھاسکے

ہنستے تھے تم انہیں بھتیں مستاتھا اک جہاں دعویٰ یہ پھر کہ ہم ہیں سپاہی کے قدراں
 کیوں بے حیو دم بیکار امتحاں پھینا تھا ہم نے جسکو تمھارا نہ تھا نشان

لشکر کی ناک صفت و تھی جو دو بدو ڈھنی
 تم غور ہو اس کے کٹنے سے اور آبدو ڈھنی

پیرو ہو جن کے رکھتے ہیں وہ بھی یہ جہاں بھاگے ہزار بار ہوئیں کچھ نہ دلتیں
 دو نو طرف کی فوج سے یکساں تھیں نصرتیں اُن سے لٹکائیں نہ کچھ اُن سے علتیں

رہتے تھے لڑنے والوں کے پیچھے سپاہ میں
 ہوتے تھے آگے بھاگنے والوں کے راہ میں

کیوں ابن سعد تو تو ہمارا ہے دوست دار گئے گواہ بھی کہ سحر سے تھا بے قراء
 پچاسے گر تو قول سے پھرنا نہ زینہار ہم جو کہیں کہہ کہ صداقت ہو آشکار

گر چاہتا ہے لایم اب اپنے کام میں
 پانی کی پہلے بھیج دے مسکین خیرام میں

پیا سا ہے نہ شاہ کا لشکر تو ہم ہیں ملی لیں یہ آب سرد جو سرد تو ہم ہیں
 ترک لیں لب جو آل پمیر تو ہم ہیں سیراب ہوئے پیاس میں اصغر تو ہم ہیں

نکرو غوث بد دعا نہ کوئی بے گناہ دے
 پہرے ہٹائے نہر سے پیاسوں کو راہ دے

یہ لوں یہ گرم دھوپ کی تپتے ہیں سب جبال بے آب تین دن سے ہیں اطفال خورد سال
 جو صاحبِ قلق ہوں وہ آنکریں خیال کیا ہو گا بے زبانوں کے تلبِ جزا کا حال
 غم ہے یہ ان کی تشنہ دہانی کو دیکھ کر
 دل سے دھواں اب اٹھتا ہے پانی کو دیکھ کر

حر کی تجویز اور ابن سعد کی گھبراہٹ

سنا تھا یہ کہ اڑ گیا رنگِ سرخ عمر کتنے شریر و دے منہ پھیر پھیر کر
 حاضر وہیں تھا حرد لا اور بہ کر و فر بیٹا غلام بھائی بھی باندھے ہوئے کمر
 سب کی طرح یہ لوگ نہ پتے دغا کے تھے
 چاروں جوان چار عناصر وفا کے تھے
 بڑھ کر عمر سے تر جی سے کیا خطاب سچ ہے بہت بجا ہے جو فرماتے ہیں جناب
 کچھ ہو بس اب نہیں دل مضطر کو میرے تاب دے حکم اسے امیر کہ جاؤں میں لیکے آب
 احساں کیا تھا خسر عالی مقام نے
 پانی دیا تھا راہ میں مجھ کو امام نے
 یاد آ گیا وہ شہ گرمی وہ اپنی پیاس سب تھے عطش سے میرے سارے ہیں سجواس
 منہ خشک ہونٹ خشک زبان خشک دل دلاں پانی سے پیاس کرب کی حالت ہم ہر اس
 لو تھی کہ پہنکے دیتی تھی امن جبال کے
 گر گئے تھے رخس زبانیں نکال کے

حضرت تشنہ کا مونک دیکھا گیا نہ غم مطلق کیا نہ اپنے صغیروں کا کچھ الم
 شرب تھے جتنے ساتھ وہ بختے بھد کرم پانی بھی پی کے ہوش میں پڑن آئے ہم
 راہ عطا میں حق کا تشنا سا نہ رہ گیا
 اتناں کو کیا فرس کوئی پایا نہ رہ گیا
 یارب ہی حسین ہیں اس بن میں تشنہ لب محسن کے اپنے کام نہ آؤں میں غضب
 یہ تو کھلا کچھ آج تو بھی ادھر ہے جب پھر مجھ کو اس سپاہ میں رہنے کا کیا سبب
 اب ٹم ہے کیا لڑینگے جو غول اہل شام کے
 سرچھ سے پہلے دوں گا قدم پر انا مہ کے
 گھبرا گیا یسنتے ہی وہ خانماں خراب عباس نامدار سے بولا با اضطراب
 ہمت ہو ایک دم کیلئے اے فلک جناب کچھ کر کے مشورہ ابھی دیتا ہوں میں اب
 جانا ہے جلد خدمت شاہ شیور میں
 خود مشک آب لیکے چلوں گا محنور میں
 یہ سن کے مسکرائے غلدار بادشاہ فرمایا خیر ہم ترا سمجھے ہیں مدعا
 پھیرا عیاں کو در سے نکل آیا بادشاہ کچھ دور جا کے واں سے کھما ہی غم وفا
 روکا کنوئیاں جو بدلتے لگا سمند
 اس صحن بارگہ میں ٹہلنے لگا سمند
 واں جان پائے وہ فسوں شاہ پر غل سمجھے کہ سر سے تل گئی آئی ہوئی اجل
 دوڑے جگہ سے سب کیلہوں میں تھی دہل غریبوں کے پاس گئے کتنے زبوں عمل
 کچھ قد سے جھٹکنے لگے دشمن نجات کے
 کشتوں نے چاک کر دیے پائے قنات کے

خوشامدی فوج اور مکار سردار

دیکھا یہ جبکہ دور ہے یاں نے شیر
کچھ کم ہوا دلوں میں جو پیر ہوا تھا ڈر
پاس آئے ابن سعد کے جلدی سے بگہر
حال اسکا اور تھا متردد تھا سخت تر

بولے خوشامدی غیث اتنا ملال ہے

وہ آپ نے کہا کہ جو کہنا محال ہے

کیا خوب کی جری سے دلیر نہ قتل قتال
دینے کا ذکر کیا تھا برابر کے تھے سوال
حاکم کے حکم پر انھیں گزرا تھا کچھ ملال
سب دیکھتے تھے آپ بھی غصے میں تھے کمال

کیا یونہی بارگاہ سے باہر نکل گئے

ہاں ہم گواہ ہیں کہ طرح دیئے مل گئے

کہنے لگا کوئی نہ تھے اور ایک دم
پہناں یہ تھی بغل میں سے تیغ برق دم
گویا ہوئے یہ اور شریان بدشیم
خبر تھے آستینوں میں بٹھنے ہی کو تھے ہم

بولا کوئی غضب میں تھا میں تھا میں بھی ہمارا

سند کے نیچے تھا مارا بچھا دھرا ہوا

سب ادھر سے ایک پکارا دفا پسند
میں تھالے ہوئے کئی حلقوں کی یہ کمند
چلائے کتنے ہاتھوں میں تیغ کے بلند
ہم چھپکے جا چکے تھے کہ پے کر دیں وہ سمند

آنی صدا یہ پھر کسی گوشے سے کان میں

دیکھو یہ تیر جوڑے تھا میں اس کمان میں

خم ٹھونک کر یہ کہنے لگا کوئی پہلوان وہ اس قنات میں مرا سا طور ہے نہا
 بڑھ کر کہا کسی نے کہ سچ ہے ترابیاں مانگی تھی اپنے بھائی سے میں نے بھی تو سنا
 آواز ادھر سے آئی کہ غصہ تھا آنے کو
 میں بھی الگ کھڑا تھا فقط غل بچانے کو
 بے پرکی اپنی اپنی اڑاتے تھے نا بکار چھپ چھپ کے بھانکے جلتے تھے غلام کی باربا
 گھبرا یا سب کے غل سے بن سود بد شعار ٹاشا کہ چپ ہو شور میں ہو گئے ذلیل و خوار
 سجھے ہو دور ضنیغ شیریالہ کو
 سن لیں جو کچھ الٹ دیں ابھی بارگاہ کو
 کرتے ہیں چپکے چپکے بڑوں کی بڑائیاں یا یہ کہ غل بچا کے کرو خود ستائیاں
 میں نے فریب دیئے تو کی تھیں صفائیاں کیسی صفائیاں نکل آئیں بڑائیاں
 اب کیا وہ دل میں تھے جو انا فٹھے ہوئے
 محسوس اٹھاؤ جاؤ نہ مستحق بنے ہوئے
 بس کچھ ہے زندگی کی جو صورت تو اسقاہ اقرار کر چکے ہیں علمدار نامور
 پہلے لڑیں گے اور دلیران پُر جگر پھر ان سے معرکہ بھی جو ہوگا تو ہنریہ
 ہاں مصالحت ہے تم تو لڑنا ناپاہ کو
 بھر دو گے آفتوں سے میں میرا کی ماہ کو
 وہ آفتیں کہ جن میں بشر کی تو کیا مجال رکھنا قدم کا دیو قوی تن کو ہو مجال
 سوچا ہوں جو خیال سے تن پر گھڑے ہیں اب سب بھول جائیگے شبِ ہنرم کی وہ مجال
 کہنا نہیں بھی جو حضورِ نگاہ ہے
 رستہ ہے وہ بلا کا قیامت کی راہ ہے

حراور عمر سعد کی جھڑپ

تو یہ ہے حر کے سامنے کھتا ہوں دل کا راز
 سب حال یاں کا پہنچے گا پیش مشہ حجاز
 اب چپٹ ہو حسین کی ہے دوستی یہ تاز
 دشمن نقل میں تھا یہ ہوا آج امتیاز
 اس مارا آتیں سے کچھ اتم سے لاگ ہے
 منتر نہیں ہے کاٹے کا جسکے ڈنگ ہے
 کیوں حر اے ہوا بگھے حاکم کا کچھ نہ پاس
 جنبہ کیا حسین کا بیخود و بے ہراس
 یہ مشک خشک ہونٹہ یہ ہیرا داس اُداس
 ثابت ہے چٹوڑوں سے کہ ہے تین ٹکی پیاں
 راحت کا کوئی شغل نہ آب طعام کا
 فاقوں میں پہلے ساتھ دیا ہے امام کا
 دیکھی مری منجے ہوئے فقر وں میں گفتگو
 وہ دام میں نہ آئے مگر کیا پھنسا ہے تو
 کیوں پس ہے مجھ کو شوق اطاعت تھا اعد
 کھلائی دم میں کیسی جو محفئی تھی آرزو
 عہد بس اب کوئی نہ کوئی کام چاہئے
 سید سے سیا ہیوں میں ترانام چاہئے
 منشی کہہ رہے کاٹٹے فتر سے اس کا نام
 کیوں پہلے مجھ سے ہوگا نہ توفیرِ امام
 جاتو ہی اُدھر ابھی بھیجوں گا یہ پیام
 آنے نہ دیں قریب اسے شامینشہ امام
 یہ مل کے داغ دے گا امام غیور کو
 بھیجا ہے ٹرنے کہ دعاٹے حضور کو

حاکم سے اپنے تجھ کو بغاوت کا کیا سبب
کیوں لشکر حسین میں جاتا ہے بے طلب
پرچہ نہ کیا لگے گا یہ پھیلے گی بات جب
کیسا الٹ گیا ہے ترا قلب ہے غضب

مانوں نہ میں اثر ہے یہ ستخیر نام کا
دل پر ترے ہوا ہے نصرت امام کا

آہوش میں حواس ہیں تیرے پر اختلال
چہرے کا رنگ نہ ہے آنکھیں لہو لال
گفتار میں وہ بات زقار میں وہ چال
گرمی چڑھی نہ ہو تو غلط کہہ مرا خیال

دم بھر رہا ہے سرد یہ حالت ہے شوق کی
مجھ کو تو فکر پڑ گئی زنجیر و طوق کی

عاقل کا کہتے کام کہ ثروت کو چھوڑ دے
دشمن سے اپنے چاہئے رغبت کو چھوڑ دے
دیوانہ ہے جو دامن دولت کو چھوڑ دے
یایہ کہ دوستوں کی محبت کو چھوڑ دے

بہتر ہے اس سے تیغ جو گردن سے آئے
دشمن ہے اپنا آپ جو دشمن سے جا ملے

پیاسا تھا واں ترا جو رسالہ میان راہ
پانی نہ دیتے دیکے تو چھن جاتا خواجواہ
خود اکتھا تھا کہ لٹکے نہ ہو قافہ تبا
شاہ باش خوب شاہ کے ہاں قبالہ

کیوں خوش تو کر دیا خلف بو تراب کو
محسن بنالیا مشہر عالی جناب کو

جنگی سوار اور تجھ ایسے کہ پائے نام
کس طرح رک سکے کوئی وکنے کلے مقام
تیری نہیں یزید کی تقصیر ہے تمام
جاتے ہی یاں سے ہو گا بس بانی امام

رہتے ہیں گئے حدیث شاہ غیور میں
بھیجا کریں گے ہم بھی عریضہ حقور میں

اس پر نہ بھولنا کہ میں ہوں افسر کلاں جاکر بھی تجھ کو سنتے ہیں اب افسری کہاں
 جز التجائے عفو ہلائی اگر زبان ایسا ذلیل ہوگا کہ دیکھے گا اک جہاں
 ہاں پھر تو نام جانے کا او کم وقار لے
 کہہ دینا بھی کسی سے کہ دردی آتا رہے
 سنتے ہیں لال ہو گیا غصے میں وہ ہزیر نعرہ کیا غضب میں گرج کر لبان پیر
 او پر فساد و تنگب شیطاں محوس و گبر بس منہ کو بند کر نہیں اب جھانکتا ہے قبر
 کب مانتا ہوں تجھ سے سب جیلہ ساز کو
 بھونکا تو کھاٹ لوٹکا زبان دراز کو
 آیا میں دیکھ رہا تو یہی بانی فساد تو کیا ہے کیا زید ہے کیا ہے بن زیاد
 کیوں میرے منہ پہ طعن سے ذکرِ شیر جواد دانتوں سے بوٹیاں تری کا ٹونگا بد نہا
 دم لوں نہ جب تلک تجھے دیکھ بھال لیا
 پنجہ یہ ہے پکڑ کے گلا دم نکال لوں
 عود ہے ذیل اور مجھے سمجھا ہے کو حقیر چھاتی پہ چڑھ کے کھینچ لوں گے دن کیوں ٹھیر
 ان انگلیوں سے یاد رکھ او مفلس کی پیر کلوں کو چیرا ڈا لوں گا ہوں گی جو دار و گیر
 ہاتھوں میں زور شیر خدا کی دلا کا ہے
 یہ پنجہ اجل وہ کمانچہ قضا کا ہے
 تو ہے وہ ہیز گرا بھی کھینچوں گا تیغ تیز آتوں میں کہہ رہا ہوں کر جلے گا گرد
 سب تو گس ہیں خوان کے تیرے یہ فتنہ خیز اڑ بھاگیں گے چمے گا جو ہنگامہ ستیز
 شوران کا کیا ہے کیا ہیں بندے طعام کے
 لقمے مسکم میں بول رہے ہیں حرام کے

دعویٰ جو کچھ ہو اور تو جرات مجھے دکھائیں کیسے یہ عہدہ دار ہیں دبتے ہیں دہنے بائیں
تھوڑے اگر ہیں فوج سے اور نہ کو چنگ لائیں تلوار پکڑیں چار طرف سے سمٹ کے آئیں

تر بھر نہ کر دوں گر تو بہاد نہ جسا نیو

ہر ہو نہ جائیں سب سے بچے جو نہ جسا نیو

ارغل سپہا رز کو شریفی کی قدر جان گدڑی سے کھینچی جاتی ہے بگڑ ہو جو زبان
اب بھکوبے ادب تری تنبیہ کلہے دھیان؟ کیوں شرط ہے اٹھاؤ بٹھاؤ پکڑ کے کان
بغشوں کا تجھ سے کیوں کہہ ہے گھاتوں کا آدمی

باتوں سے مان سکتا ہے لاتوں کا آدمی

ہاں ہاں مجھے حسین کی ہے دوستی یہ ناز بیشک ہاں جان دل سے غلام شہ حجاز
یاں آئیگا عداوت حیدر سے گر نہ باز واں مارا آتشیں بچے کاٹیں گے اور گراز
آنا نہ زبر اگل کہ قریب اتمام ہے

کالی ہے جس میں آگ وہ کالا مقام ہے

کیوں مجھ کو تیرے حاکم مردود کا ہو پاس جب حاکم ازل کا وہ دشمن ہے بد اس
پیا سائیں تین دن سے ہوں سحر خیز اقیاس سیراب ہو حسین تو بچہ جانے میری بیاس
کیونکر ہو بچہ کو رنج امام سعید کا

تو تو پئے ہوئے ہے پیالہ یزید کا

مکار جہلسازی پہ اپنی یہ افتخار کیسا فریب ہو گیا آخر کو آشکار
عرض قبول آپ تو کرتا تھا بار بار سمجھتے تھے وہ بھی میں بھی تصنع کا انکار

پانی خوشی سے دیکھا کوئی یہ گماں بھی تھا

”بھوٹے کو تباہ خانہ“ کا مضمون یہ بھی تھا

ہیں صحن بارگاہ میں ابھی وہ فلک جناب آتے ہی حکم دینگے بڑھا مشکہائے آب
گزارا جوایں ہے عرض کرونگا دم خطاب منہ توڑ دوں گا دیکھا جو انکار کا جواب

مارا ب پڑی کہ مشک کوئی او عدو گئی

دونوں طرح غرض کہ تری آبرو گئی

ہنڈیہ کیا ہے کیا ہے و منشی فوج شام لکھا ہوا ہے دفتر حیدر میں میرا نام
حیلوں سے تیرے او ستم آرا ستم مقام آنے نہ دینگے فوج میں اپنی مجھے امام

جیسا ہے جس کا دل اُسے پہچانتے ہیں و

مجھ کو غلام، تجھ کو عدو جانتے ہیں و

اٹا ہے قلب مجھ کو یہ کہتا ہے بد عمل خیراب کھلا دماغ میں بھی تیرے ہے خلل
پاتے ہیں کلب تیغ سے دیوانگی کا بھل پتا ترا بھی کہتا ہے او قیدی اہل

نہ بخیر و طوق کیا تری تدبیر ہو چکی

عفو عو نہ کر کہ موت گلو گیر ہو چکی

قاتل نہیں جو دین کی دولت کو چھوڑے دنیا ہے کیا کہ خس کی نہ ثروت کو چھوڑے
ہاں دشمنوں سے چاہئے رقت کو چھوڑے ہرگز نہ دوستوں کی محبت کو چھوڑے

دشمن یہ ہیں جو ساتھ تجھ ایسے شقی کے ہیں

وہ دوست ہیں جو دوست خلائے لی کے ہیں

واں پیا جس جو میرے رسالے کو بھتی نہ تاب کیوں اویں امام نے دیکر دیا تھا آب
یاد آگیا جلال خدیو فلک جناب کیا منہ تھا کوئی اک لکھ ملا تا دم عتاب

طاری تھا ڈر مرے بھی دل فکر مند ہے

قدیوں پہ سر تھا ہاتھ عنانِ سمندر ہے

ہلے لگے خیام تو باہر ہوئی پکار تلوار بارگاہ میں چلتی ہے ہوشیار
بھپٹے اٹھا اٹھا کے فرس سیکڑوں سوار چاندن طرف سے دوڑ پڑی فوج نابکار

قربا کی دشت ظلم سے کوسوں صدا گئی

جنگی دہل بے کے زمین تھر تھرا گئی

یاں صحن بارگاہ میں تھے عباس و خشم صیحہ فرس کا سن کے رے کے بانی ستم
بس در کی سمت پھیر کے شدید خوش قدم ڈانٹا کہ ابن سعد خبردار آئے ہم

کیوں بے ادب سر روئے تیغیں سنبھال لیں

اب غل مچا تو منہ سے زبانیں نکال لیں

سنا تھا یہ کہ بڑی قلبوں میں تھر تھری کاپے بساں پیر، جوانان لشکری
کیسی وہ دار و گیر کہاں کی وہ بگدھری بودوں کا ذکر کیا تھا گریزاں ہوئے جری

اُس سمت جا چھپا کوئی پیچھے ہیر کے

نکلا کوئی عقب کی قاتلوں کو چیر کے

دیکھا الٹ کے فرس کہیں بل شر کوئی چڑھ کر ستوں پہ پھپ گیا پھت کاٹ کوئی
پہا مذاقات اڑ گیا بیداد گر کوئی جا کر گرا، کتاب میں الجھا اُدھر کوئی

ہلچل تھی باب بندے تھے گفت و شنود کے

بھاگا عمر بغل کے دے پیچے سے کود کے

دوانہ بارگاہ میں دیا علی کا لال واں کون تھا نکل گئے تھے سب نہیں خصال
نفرہ کیا پتہ کے کچھ ایسا بصد جلال وہ شیر دل بھی کانپ گئے بید کی مثال

حربے چھٹے ہر ایک بہادر کے ہاتھ سے

نزدیک تھا کہ تیغ گرے حر کے ہاتھ سے

بولایہ ہاتھ جوڑ کے غازی سے وہ غیور بے جرم ہوں غلام کا مطلق نہ تھا قصور
 ناحق فساد کرتے تھے مجھ سے وہ بے شعور کیونکر کہوں انھیں جس سے کلمہ ہائے نور
 شور آن کا تھا انھیں کلمہ غوغا تھا اور تک

میری صدا تو پہنچی نہ ہوئی حضور تک
 فرمایا کچھ نہ خوف کر اے صاحب حیا واقف ہیں ہم کہ مفسد مقوی تھے اشقیاء
 یہ کیا کہا قصور و جرائم کا ذکر کیا معصوم کے غلام سے ہوتی بھی ہے خطا
 ہے یا دہل میں قبلہ عالم پناہ کے
 لکھا ہے تیرا نام صحیفے میں شاہ کے

لاکھوں ہیں پرکھی بھی یدن ہوا فیض اپنا محب کہے جسے اللہ کا حبیب
 عصیاں کے غار سے کاٹا ہو جو طبیب خطبہ میں نام عرش پر ہو کا پڑھے خطیب

فرمائے وہ کہ حر کے شرف جانتے ہیں ہم
 ہاں اپنے اس حبیب پہچانتے ہیں ہم
 آتے ہی یا حج تہہ سے پہنچتے تھے نہ ہم کلام
 اے عفو کردے بہر شہنشاہ دعا کرام

موقعہ وہ تب تھا اور اب اسے مقام
 محبوب ہیں کہ تہہ سے نہ کی سبقت سلام
 دعویٰ نہیں ہے اس کا کہ عالی مقام ہیں
 جن کا رفیق تو ہے ہم ان کے غلام ہیں

کیا پیاس ہے تجھے میرا حق ہے اضطراب
 دریا کو چھین کر ابھی لائیں جام آب
 گوہم پہ آج وقت ہے بھائی نہ کر حجاب
 جس شے کی ہو طلب وہ منگا دیں تجھے شتاب

ماہی ہیں گر ترے لئے سر نہ یر تیغ ہو
 کام آئے جان تکے نہ تجھ سے دین ہو

اب چل کہ منتظر ہیں ادھر ذی رجب
تہانہ ایک تو، نہ یہ قوم فرار سب

مشتاق تیرے شوق میں ہیں بیکرار سب
کس سے روٹیکا بھاگ گئے نابکار سب

تجھ سا بھی دوسرا تھا کوئی آن بان میں
موقعہ ہوا تب رکھ لے سڑھی کو میان میں

سننے ہی لطف خاص و عنایات کے کلام
بولا قدم کو چوم کے یوں پھر وہ نیک نام

کاٹھی میں جلد رکھ لی جواں مرد نے حمام
قربان اس غلام نوازی کے یہ غلام

جرات کی طرح آپ پر رحمت بھی ختم ہے
لطف و کرم بھی ختم مروت بھی ختم ہے

میری بساط کیا کہ ہوں اک عبد فاکر
اس کا جواب کوئی نہیں اور نہ بہادر

اتنا بڑھا دیا مجھے اے آسماں وقار
بس جان و سر کو آج قدم پر کڑن شار

یہ نصرتِ امام مری بے غرض نہیں
پاؤں گا وہ حیات کہ جس کا عوض نہیں

یہ سننے ہی لگایا سینے سے حر کا سر
بیٹے کو حر کے پیار کیا آگے آن کر

بھائی سے اس دلیر کے جھک کر ملے ادھر
پٹے ادھر غلام پہ شفقت کی کی نظر

تسلیم کو جو اٹھ گیا اس ذی حشم کا ہاتھ
شباباٹس کہہ کے پشت پہ پھر اکرم کا ہاتھ

گو نکلے بارگاہ سے لیکر انہیں جناب
چاروں جواں چڑھے فرسوں پر بصد شباب

بھاگی رز کے فوج دغا کار و جیاب
دوڑے زمیں کے ملے وہ گھوڑے صبا شباب

رستے پہ جو تھے پھٹ گئے بادل پیادہ کے
اٹھے ہوا میں پانچ تترنگ گر دیارہ کے

حرکات امام حسین کی مستسیس پہونچنا

اب سنئے وال کا حال کہ حضرت کی سب پاہ صفت بہتہ نکلیں تھے اسی جانب تھی ہر نگاہ
 وہ واقعات راہ وہ حالات بارگاہ جو داں گزر رہا تھا خبر نہ ہے تھے شاہ
 تھا سبک و جد ضیغ حیدر کے ذکر پر
 جوش آسہ تھے حر دلاور کے ذکر پر
 ناگاہ سامنے سے نمایاں ہوا غبار بڑھ بڑھ کے دیکھنے لگے سب کے جان شہ
 غل پڑ گیا وہ آگے عباس نامدار آواز دی جیسے پلنچ آتے ہیں سوار
 آگے وہ شیر کا فرس سبزہ رنگ ہے
 پیچھے کیت تین ہیں اور اک سبزنگ ہے
 دیکھا وہاں سے جو شہ کا جمال پاک بھیجا درود کہہ کے کہ اے روحا فداک
 رہوار سے گرا دیا اپنے کو سوئے خاک نزدیک تھا کہ فرط ندامت ہو ہلاک
 بھائی پسر غلام بھی سب پاس اتر پڑے
 اللہ سے رحم بخش سے عباس اتر پڑے
 فرمایا بڑھ کے حال تو کہہ کیا ہے ماجرا عرض اس نے کی کہ مجھ کو نہ لیچے میں فدا
 پکڑی تھی میں نے باگ نہالت یہ کہہ کیا بیٹے سے پھر کہا مری جانب کو جلد آ
 کس طرح جاؤں خدمت شاہ غیور میں
 ہاتھوں کو میرے کاٹ کے لیجا حضور میں

عباس نے کہا نہیں بھائی کہا تو مان وہ سب خطا معاف کر دیتے ہیں ہم زبان
کیا جلے ان کا لطف ابھی تانا ہے یہاں خاطر تری وہ ہوگی کہ جس کا نہیں بیان

ایکرم ہیں آئے ہیں رحمت نمائی کو
کیا دور ہے کہ آپ بڑھیں پیشوائی کو
پورا ابھی نہ ختم کو پہنچا تھا یہ کلام آئی صدرا فلک سے کہ لے خر نیک نام
بس بس کہ آبدیدہ ہیں بغیر امام لے اٹھ کے دیکھ آتے ہیں لینے تجھے امام
چڑھنا نہ اب فرس یہ ثروت قبول ہے

پیل وہ ہے جو راکب فاش رسول ہے
جلدی اٹھایہ سنکے تو اب کھتا ہے کیا سب ساتھ ہیں اور آتے ہیں سرور پیادہ
بجے کو بڑھ کے بھکے چاڑھ باوقا حضرت نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہی دعا
آل رسول پاک کی نصرت قبول ہو
یارب نہیں سعادت عقی حصول ہو

گر کہ قدم پہ روئے لگا خر نیک نام کی عرض رحم کیجئے مجرم ہوں میں غلام
یاں آپکو میں گھیر کے لایا تھا یا امام اب بھی کوئی ہے غیر جہنم مرا مقام
کم ہے وہ جو حضور سزا دیجئے مجھے
دونہ نہیں قبول جلا دیجئے مجھے

کہنے لگے یہ رو کے شہنشاہ نیک نو کیسا وہ جرم، تھا بھی تو بخشاؤ ابخ تو
انگلی پھر اسکے ماتھے پہ رکھ کر مشہر کو بولے گواہ رہو کہ تم سب کے روبرو
اسکو مٹا کے پہلے جو تھا سر نوشت میں
حصہ اب اس کا لکھ دیا بلخ بہشت میں

کا زہر سے حر کے بول اٹھا کا تیر گناہ شاہد ہوں میں بھی پہلے ہمیں تھی اس کی راہ
 کیا لکھ دیا جبین پہ لے مصطفیٰ کے ماہ یاں حرف اڑ گئے مراد فتر تھا سب سیاہ
 لکھا پلٹ دیں بخت کا کیا ذی کرم ہیں آپ
 کچھ ترک نہیں ہے مالک کس قلم ہیں آپ
 اٹھا قدم سے سرور دیں کے وہ سرفراز رتبے پہ اپنے فخر تھا اپنے شرف پہ باز
 پاس آ کے ان جوانوں کے سب ضعیف حجاز ملنے لگے محلے بعد اعزاز و امتیاز
 حکم طرب سے رنج کو تہدید ہو گئی
 باہم معانقے ہو ہوئے عید ہو گئی

جنگ کی تیاریاں

یہاں کی خاطر دل جو فارغ ہوئے جناب اب پاس آئے بھائی کے بادید پر آب
 حاضر تھا مثل شیر وہ دل بند بو تراب سینے سے سر لگایا دل کو رہی نہ تاب
 اس شان پر منہ انکسوں کے دھونے لگے حسین
 بابا کی یاد آ گئی رونے لگے حسین
 جب مل چکے تو کہنے لگے شاہ نامدار بھیجا تھاری کوشش و محنت کے میں شاہ
 تکلیف اٹھائی لے شیر مردان کے یادگار باوا کے بھیجی راہ پہ آسے دعا شعار
 تم کیا کرو جب انکو شقاوت کے کام ہو
 بھیجا اسی لئے تھا کہ جنت تمام ہو

غانی نے عرض کی یہ کہ مکار ہیں لعین مفسد ہیں قول و فعل بھی باطل ہیں بالیقین
 لازم ہے کچھ اب انکی سزا یا امام دیں لاشوں سے دیکھے گا کہ پٹ جلے گی زمین
 ساتھ اس سپہ کے جنگ میں جانے تو دیجئے
 لڑنے نہ دیجئے مجھ کو لڑنے تو دیجئے

خادم ہوں پر ہوئی جو گزارش نہ یہ قبول قبر علی پہ بیٹھ رہوں گا میں دل مسلول
 گر ہے یہی تو کوشش میاں ہے یہ قبول کٹاویں بے لٹے ہوئے سر کیوں بڑھائیں طول
 صنیم جو چپ ہیں شیروہ سب خصال ہیں
 گھوڑے ابھی اٹھیں تو شقی یا مال ہیں

فرمایا خیر ماں بھی ہو سامان کا رزار پیچھے ہٹا یہ سنتے ہی وہ آسماں وقار
 اللہ سے رعب حضرت عباس تلہ مدار جب خود طلب کیا تو قریب آئے جان شار
 مجھے کو بھک کے اور تو آگے سے مٹ گئے
 قاسم ادھر ادھر علی اکبر لپٹ گئے

بوسے یہ پار کر کے کہ قربان ہو چھا دیکھو گے آج دید کے لائق ہے یہ ثغا
 دونوں نے تکی یہ جوڑ کے ہاتھوں کو انجا لڑنے کی پہلے ہم کو دلا دیجئے رضا

فرمایا جان و دل ہو امام اتام کے
 تم پاس رہو متبدلہ عالی مقام کے
 اوروں سے پھر کہا کہ سمندوں پہ جلد جاؤ اب وقت کا رزار ہے جنگی صفیں جماؤ
 کیا فوج ابن سعد سے خاطر میں سمجھ نہ لاؤ آقا سا قدرداں ہے ادھر جہاں تیں کھاؤ
 واں اس سپہ کو شام کے اظلم لڑائیں گے
 دیکھو تو مگر کہ کہ تھیں ہم لڑائیں گے

بڑھ کر سمندر خاص پہ حضرت ادھر چڑھے عباس شیر دل بھی ادھر خوش پر چڑھے
 گھوٹوں پہ دوڑ دوڑ کے سب نامور چڑھے نعل چڑ گیا کمرن پہ شہ بگرد پر چڑھے
 نصرت غصتفروں کے ہوئے فوج شاہ میں
 جنگی دہل گر جنے لگے اُس سپاہ میں
 میاں میں دور دور سے شکر کے دل بڑھے فوج اپنی لے کے ساتھ ہی پیکر اہل بڑھے
 دعوے رستی پہ سب اہل دغل بڑھے بڑھنے سے جن کے ہلکی گیتی وہیل بڑھے
 سینھلے پیکر کے باگوں کو یہ ارجمند بھی
 جہم جہم کے مارے لگے ٹامپیں سمند بھی
 بڑھنے ہی کو تھے سب کہ غلدار نامدار دوڑا کے خوش سامنے آئے بصد قار
 فرمایا بس جے رہو بڑھنا نہ زمیندار جھپٹے تو بھاگ جائے گا آتا ہوا نکلا
 آجائیں اتنی زد پہ کہ پیچھے نہ ہٹ سکیں
 وہ ہٹ سکیں جگہ سے نہ گھوٹے مل سکیں
 وال تین سمت سے جو بڑھے ہیں دغا نسیم وسعت بھی ہوتی آتی ہے شت غاکی کم
 قربان جرات اسد سرورِ اُمم دہنی طرف اڑا دیا شہدینہ دور دم
 خاطر میں کچھ نہ لائے کسی رو سیاہ کو
 اس حد پہ جا کے روک دیا اُس سپاہ کو
 جھپٹے ادھر سے سامنے والوں پہ آئے اب ڈانٹا کہ ڈر سے بھم گئے دب بکے بلاب
 دوڑا پھر جوتاں سے بھی گھوڑا بصد غضب بایں پہ جتنی فوج تھی خود رک گئی وہ سب
 دل حلقہ دار کردے فوج خلاف کے
 آئے حضورِ یح میں دشتِ معات کے

نعرہ کیا غضب میں کہ او قوم پر عذاب
 اک اک لڑو تو آئے کوئی کھاناں خراب
 لوستعد میں جنگ اب آواز ہوا شتاب
 سب بلکے گر لڑو گے تو بہتر ہے بد جواب
 گلے پہ یاں تلے ہوئے سب رنجت میں
 مجبور اس طرح ہیں یوں تم سے بند ہیں

حرکی جنگ اور شہادت

پڑھ کر پکائے فوج سے چند افسران فوج
 ہانڈھے ہیں چارہ غول دھڑ سبیلان فوج
 لڑے نہ آپ فوج سے ہوا امتحان فوج
 آئے ادھر سے ہاں کوئی نامی جوان فوج
 گر مرد ہے تو رو نہ کر گیا سوال کو
 ہم حر کو ٹوکتے ہیں کہ نکلے جدال کو
 فرمایا نیر حافظ و حامی ہے ذوالجلال
 پھر حر کے اس طرف یہ پکارا علی کا لال
 کافی وہ ہی اس رہے دیکھ جائیں گے شمال
 آقا عطا ہو حر کو اجازت ہے جدال
 مطلب ہے ٹوکنے سے ارباب شام کا
 داغ ان کو ہے حضور کے تازہ غلام کا
 اٹھا غریو لشکر سرور میں ایک یار
 داں بھی اٹھا خرد و دل چلی فوج نابکار
 نکلا پیسے سے لڑ دلا وہ کا را ہوار
 عباس نے پیٹ کے یڑاٹا کہ ہوشیار
 تینوں وہ شیر دل بھی بڑھے جہوم جہوم کے
 زحمت ہوئے امام کے قدموں کو چوم کے

بڑھ کر پکارے حر کو یہ عباس نامور گھوڑا اٹھائے مینہ فوج پر ادھر
 بھائی کو اس کے پھر یہ صدادی بہ گردن بڑھ جا ادھر کو میسر وانو کی بے خبر
 فرماں ملا غلام کو لشکر کی راہ کا
 بیٹے کو حکم دیدیا قلب مسیحا کا
 چاروں پہ چار غول سے آنے لگے جو تیر چاروں نے چار کھینچ لیں تین تضا نظر
 چاروں کی چار راہوں دوڑے ہر سب شہر چاروں کے چار اٹھ گئے خوش فلک میر
 چاروں دلوں میں غل ہوا چاروں کی حرب سے
 چاروں غول پھیل گئے چاروں کی ضرب سے
 چاروں سمند چار جگہ فوج میں در آئے کاو میں جتنے گھر گئے و موت کے گھر آئے
 سب گرد حملہ در ہوئے تیوں کے منہ پر آئے سرگ کے بیٹے لگے تن گر کے تھر تھرائے
 دوڑ آئے اور بڑھ کے خیدار مرگ کے
 لشکر میں چار کھل گئے بازار مرگ کے
 چلنے لگی جو تھر کی تلوار چار سمت ڈھالیں تھیں کرا بردھواں چار سمت
 گرتے ہوئے تھوں کے وہ انبار چار سمت اٹتے ہوئے سرنگی وہ بوہار چار سمت
 کیا غم ہے غلغلہ جو گھیر و زن کا ہے
 چاروں بہادریں پہ کرم پیچتن کا ہے
 اس سمت ننگن ہے ادھر یہ تیغ ادھر اس سمت دشمن ہے ادھر یہ وہ تیغ ادھر
 اس رخ شرارہ زن ہے ادھر یہ تیغ ادھر اس رخ بھی شہناہن ہے ادھر یہ وہ تیغ ادھر
 گرتی ہیں چار بجلیاں تیغ آزمائی میں
 چاروں جگہ پہ آگ لگی سب لڑائی میں

فوجوں کی تیغ سے چلتا نہیں ہے زور واں شامیوں کی صبح ادھر رویوں کا بھور
چاروں مقام پر وہ پرے نول میں شور یاں تھلکے وہ زلزلے واں غلغلے یہ شور

کھٹے ہیں اہل قریہ بھی اعراب شہر بھی

آفت بھی ہے بلا بھی قیامت بھی قہر بھی

گھوڑے الٹ رہے ہیں آروں کے اک طرف بہم پے ہیں ظلم شعاروں کے اک طرف

سرکٹ کے گڑبٹ ہیں ہزاروں کے اک طرف لہے سے دل بجھے ہیں کراؤں کے اک طرف

تلوار کٹ رہی ہے ہر اک نام گاہ میں

قبضوں میں ہے پناہ نہ قبضے پناہ میں

تیغیں پکڑ کے توڑ رہا ہے دلیر ایک ڈھالوں کو چیر چیر کے کرتاہے ڈھیر ایک

برہمنوں کو پھینکتا ہے انہیں کر کے زیر ایک نیروں کو روندتا ہے جھپٹنے میں شیر ایک

زیر قدم ہیں گرد گراں تھے جو دوش پر

نعرے انہیں کے چھلکے ہیں ان کے خروش پر

نامی دلیر جان پہ کھیلے ہیں اک طرف اجڑے ہوئے سپاہ کے میلے ہیں اک طرف

الشکر اچھ پڑا ہے پھیلے ہیں اک طرف بھاگڑ میں فوج ظلم کے میلے ہیں اک طرف

نازل ہے سر پہ قہر گردہ خراب کے

چاروں اسیں چار فرشتے عذاب کے

لاکھوں میں دھنک کے مگر دکھلا رہا ہے ایک لاشوں سے پاٹتا ہوا رن جا رہا ہے ایک

گرتے ہوؤں کو خوش سے روند رہا ہے ایک ڈوبا ہوا سپہ میں نظر آ رہا ہے ایک

رستے پہ سب کٹی ہوئی فوج غور ہے

یہ جو ہے جس کی قبر بھی مقتل سے دور ہے

نعرہ ہے کہ عرب بن سعد کو بتاؤ بھائی بھی حرکت کا ڈانٹ رہا ہے ٹھہر تو جاؤ
 بیٹا پکارتا ہے کہ بھاگے ہوؤں کو لاؤ لکھا ہے غلام کی اب سامنے تو آؤ

کہتا ہوں دانت پس کے ڈھانوں کو روک لو

آقا کو میرے ٹوکا تھا مجھ کو بھی ٹوک لو

بھاگا گردہ ادھر کا تو اس دل پہ چا پڑا وہ دل الٹ کے قلب کے لشکر پہ آ پڑا
 اس دل کی دوڑ دھوپ پہ اک غلغلہ پڑا اس دل کی دوڑ بھاگ سے اک تھلکا پڑا

یہ غول بھی پلٹ کے چلا بھاگ بھاگ میں

گرتے ہی منہ کے بھل تھا ہنم کی آگ میں

ہر سمت خوش راں ہیں علمدار نامور لغز ہے مہینہ پہ کہ اسے حیر پر جگر

ہاں باحواس بھاگ چلی ہے سپاہ شہر آڑا زرا لگا سے ہوئے راہوار ادھر

ہاں یہ بھیٹ چلا ہے لاسائے ہوئے

دہنی طرف کو باگ کا پودا لے ہوئے

چلتے ہیں میرے پر جو چمکا کے راہوار آواز حرکت کے بھائی کو دیتے ہیں بار بار

شاہان حرب و ضرب بھی تیری ہے یادگار چوٹیں ہوں سب سخی ہوئی کھینچتے ہو پودار

ٹکڑے اڑا دے تیغ سے قوم عذاب کے

دہنی طرف سے لا اکھیں میں یہ اب کے

کتے ہیں کئے قلب پہ بھی بسان شیر کہتے ہیں حرکت کے بیٹے سے تو سب ہیں دلیر

اے مرجا یہ جنگ اتنے کٹے ہیں ڈھیر کا وفاق بد مزاج ہے گھوڑے کی باگ پھیر

کیوں گھیرتا ہے بڑھ کے شہر کو آتا ہے

وہ خود گھرے ہیں سب انھیں محن میں کھلے

پھر جلد اُدھر پہنچتے ہیں جس سمت ہے غلام فرماتے ہیں کہ واہ یہ جرات ہے تیرا کام
جاتے ہیں بھلے گتے وہ سرانِ سپاہِ شام ہاں لے دلیر گھیرے دوڑا کے خوشخرام

اب یاں پرے الٹ نہ کروہ فرار کے

نیچا دکھا دے فوج کے اونچوں کو مار کے

سن لے ان کلاموں کو دیتے ہیں صدا ہم سب غلام بندہ نوازی کے ہوں فدا
جس طرح حکمِ حرب ہے لائے ابھی بجا صدقہ ہے آپ ہی کا ہماری جہاں کیا

باعثِ شب ہے جو کچھ کوئی حملہ ہے ڈھنگ کا

دیکھے ہیں معرکہ شبِ ہفتم کی جنگ کا

پھرتے ہیں آپ جت بتا کر دغا کے طور ہو جاتا ہے ہر اک کی لڑائی کا رنگ اور
تینوں کا اوج بڑھتا ہے ٹھکانوں کا آنکی دو ناگہ اُدھر امام نے دیکھا جو کر کے غور

آواز دی کہ بھاگے ہوئے پلٹے آتے ہیں

بھیا سب ان پر دوسرے ناوک لگاتے ہیں

بوچھا چار سمت تیروں کی ہے غضب فوجیں کلون زن ہیں شرِ فتنی ہے غضب
بدعت معززوں کی ہے غضب کیسی یرش ہے چار ہیر فتنی ہے غضب

تن تن کے زخم کھاتے ہیں جھکتے نہیں ہیں وہ

اب بھی کسی کے روکے سے رکتے نہیں ہیں وہ

جھپٹے یہ سن حضرت عباس اُدھر شتاب لپکے سبھوں کے ساتھ امامِ فلک جناب
واں شور تھا صدایہ اک آئی پر اضطراب خادمِ شام ہوتا ہے یا ابنِ بو تراب

مارا دغا سے فوجِ ستم نے غلام کو

میری خبر کا وقت ہے میرے امام کو

دوڑے غلامِ حر کی طرف شاہِ انسِ جاں قلب پہ سے غلغلہ اٹھایہ ناگہاں
لو کام آگیا پسیرِ حُسنِ نوجواں مڑ کر اب اس صدا کی نظر کو ہونے رواں

تنے میں میسو پہ یہ محشر بپا ہوا
آئی خبر کہ حُر کا برادرِ فدا ہوا

پلٹے تو مینہ میں بھی اک غل ہوا ادھر باجے بجاؤ، تکتل ہوا حُرِ نامور
آئیں حسین اپنے ہر اول کی لیں خبر کیسا پڑا ہے خاک پہ لاشہ ہو میں تر

دعویٰ بڑا تھا تیغِ زنی پر دلیر کو

مارا ہے ہم لے دے کے جہاں سے شیر کو

سننے ہی حُر کو پیٹتے دوڑے شہِ ہدا بھائی کی سمت ادھر گئے عباسِ با وفا
پہنچے پسیر کی لاش پہ اکبر لہجہ بکا آئے غلامِ حُر کے قریں شہ کے اقربا

بھانجے شریر چھا گیا غمِ خاصِ عام پر

ماتم کا شور پڑ گیا چاروں مقام پر

چاروں کی چار جاے برابر اٹھائے لاش رستے پہ آکے مل گئے مردانِ حقِ شہ اس
سب سر بہ ہنہ وہ غم و ماتم جگر خراش کلمہ یہ تھا زبانوں پہ موت آتی ہم کو کاش

غیرت کی جلسہ شہ پہ یہ سینہ سپر گئے

ہم اپنے بہانوں سے پہلے نہ مر گئے

دنیا میں رسم ہے کہ جیتے ہیں یہاں خاطر میں کچھ اٹھا نہیں رکھتے ہیں میزبان
کیسی عراق کی ہے دیں اور آسماں جاتی ہے میزبان کے گھر یہاں کی جاں

ہم لوگ بیوفا نہیں بے اختیار ہیں

و بھائیو معاف کرو شہِ سارہ ہیں

پہنچے جو وہاں مقام پہ اپنے مشہ نکو لاشہ ہراک لٹا دیا رو رو کے قبلہ رو
 تھی سب کی آنکھ سے تو رواں آنسو ٹپکی جو اترا تھا چشم حضرت عباس میں ہو
 ہوتی نہ بے بسی جو کہیں حکم شاہ کے
 کیا جلنے کس طرح سے سمجھتے سیاہ سے
 فارغ بس ایک طول بیانی کہاں تلک تقریر مختصر ہو کہانی کہاں تلک
 آخر یہ دعویٰ ہمہ دانی کہاں تلک ہر معرکے میں سیف زبانی کہاں تلک
 مجمل ہو گر بیاں ہو کسی عرش جاہ کا
 لکھنا ہے حالِ رزم علمدار شاہ کا

ناصران حسین کی جنگ

اتم تھا حُرکایاں کہ وہ غدار پھر پڑھے باجے بجا بجا کے دغا کار پھر پڑھے
 سمجھا کے کچھ ہراک کو علمدار پھر پڑھے قتدا بکی اور کر کے وہ جہار پھر پڑھے
 حضرت بھی سمجھے کچھ جو ہز برائے سلنے
 گھبرا گئے پیائے بھائی کو روکا امام نے
 تاج تھے ان کے رکنے سے سب کچھ دیر فرمایا شہ نے کیا یہ ارادہ ہے میرے شیر
 عالم کو قتل کر کے جولاٹوں کے گرد دھیر زندہ نہ ہو گا حُر میں ہوں خود زندگی دھیر
 حاشا نہیں قبول گردہ جفا نہ ہو
 کیا چاہتے ہو وعدہ طفلی وفانہ ہو

آج اس مقام پر مجھے کرنا نہیں مقام یوں سمجھو راستے میں ہے یہ قافلہ تمام
 رہزن ہیں کوششوں میں سب اپنی ہلاکت کا اچھو کسی سے کیوں انہیں گمراہی دوا پنا تمام
 جا پچیں جلد طے کہیں جھگڑا ہو راہ کا منزل پہ منتظر ہے ہر اول سپاہ کا
 تھرا گیا یہ نئے وہ شیر خدا کا لال گزرے سب ان راہوں سے دہن جو تھے خیال
 کہنے لگے یہ پیار سے سلطان جو شخص حال لڑو کچھ ان سے خیر اگر ہے تمہیں ملال
 پائیں نہ استاتے ہیں آفت نصیب کو بیس سمجھ لیا ہے حسین غریب کو
 بھوئے تھے وہاں جوڑے حرموں پہ وہ شری انکو بھی جو سمجھ کے لگنے ہر اک نے قیر
 آئے غضب میں شہ کے رفیقانِ مینظر ایک اک جری نکلنے لگا بہر دار و گیر
 دنیا ادھر کی حملہ آور میں ادھر نہ تھی پڑنے لگے وہ دن انہیں خکی خبر نہ تھی
 ایک اکٹ غا یہ ہوتا تھا عالم کو انقلاب لغزوں سے پھٹ رہا تھا فلک صورت سحاب
 حملوں سے ان کے ہر کی مٹی ہوئی خراب پہناں تھا گرد میں کبھی پیدا تھا آفتاب
 ہر بار بہ کے خون کے نلے بڑھا کے اترائے کبھی کبھی دریا چڑھا کے
 بڑھتا تھا غافلہ کبھی ہوتا تھا گاہ کم کشول سے پتا جاتا تھا سب ادنیٰ ستم
 جاتا تھا بعد ایک کے اک صاحبِ حشم زکی زمین کو زلزلے تبتے تھے دہم
 کونکر الٹھی معرکہ گیر و دار سے گیتی تو تھی دبی ہوئی لاشوں کے بائے

لاکھوں ٹکڑے تھے جہدم وہ بادشاہ لاشے اٹھا کے لاتے تھے خود شاہ کمر بلا
خالی ہوا تمام جو انصار کا پرا لے لیکے اذن لانے لگے شہ کے اقربا

برپا تھا محل یہ ادھر ہی حملوں کا ڈھنگ ہے

ضرر ہیں پکارتی تھیں کہ حیدر کی جنگ ہے

وہ دلوں کے بڑھ کاٹ دینگے رن کو ہم وہ غلغلے کہ جنگ وہ محشر سے تھی نہ کم
وہ تھلکے کہ کانپتا تھا دادی ستم وہ زلزلے کہ دھوپ بھی لڑاں تھی دہدم

ذکران کا کیا گے تھے جو ڈھالو کو ڈال کے

سائے سے اچھے جلتے تھے دشت قتال کے

کیا حشر تھا کہ بندے تھے سب سماں کے در دن تھا سیاہ شمس تھا واللیل والفر
برپا رہی قیامت کبریٰ یہ دوپہر جہاں سے تزلزل ہوا سے دشت اور

آٹھو محل ہلاکے چرخ بریں کے بھی

لاشوں سے آٹھ لینگے طبقے زمین کے بھی

مسلم کے دلوں بیٹوں کی لڑنے میں وہ اُننگ زینب کے لاڈلونی وغا کا وہ اور رنگ
اولاد محبتی کے ورن خون سے لالہ رنگ نامی برادران علمدار کی وہ جنگ

یوں تو بھی عزیز خدا کے ولی کے تھے

لیکن یہ تین شیر تو بیٹے علی کے تھے

ان کی وغا جدا تھی تو ان کی وغا جدا وہ معرکے جدا تھے تو یہ معرکے جدا
میدان میں تھلکے تھے جدا زلزلے جدا گیتی ہلاکے دیتا تھا قبر خدا جدا

لاشوں کا بار تھا کہ نہ تھمنے کی تاب تھی

کشتی زمین کی تین طرف غرق آب تھی

گھوڑوں کی باگ اٹھاتے تھے جس رخ کو ڈوبی ٹاپوں کے نیچے منہ کے بھل آتے تھے شکاری
زندے تو کیا جب اٹھتی تھیں تغیر ہو بھری پڑ جاتی تھی کئے ہوئے مردوں میں تھر تھری

اڑتے تھے سر پہ سرتن ارباب زدے
عباس داد دیتے تھے بڑھ بڑھ کے دورے

ہوتے تھے نعرہ زن کبھی جا جا کے اور پاس ہاں غازیو بڑھے ہوئے کیا ہیں یہ بداس
غم ہو کسی طرح کا نہ مطلق ہو کچھ ہراس دیکھو کہ دیکھتے ہیں تھیں شاہ حق شناس

پہلاؤ صفرو و دل شاہ غیور کو

دکھلا دو معرکوں کا تماشا حضور کو

ہاں کس طرح تباہی تھی بابائے وہ جلال خود جس سے بھاگتی ہوئی فوجیں ہوں یا ہل
بھولے ہو کیا وہ نعرہ ضرغام زوال گھوڑے بھڑک کے گرتے ہیں جس سے دم تلت

یہ کیا کہ جم گئے ہو پرے توڑ توڑ کے

تم کیوں لڑو اس اپنی لڑائی کو پھوڑ کے

حملے کرو سواروں کو نیچا دکھا تو دو برہم سی کچھ صفیں ہیں برابر بھپا تو دو
پہل چلی ہے موت کا رستہ بتا تو دو لو پھر بلند ہوا گئے رایت گرا تو دو

توڑو ہراک نشان پھر رے کو بھاڑ کے

پٹو بھی اس فتح کے جھنڈے کو کاڑ کے

اوپنے ہیں سرخوں کے علم دیکھتے ہو تم باجے بھی نجا ہے ہیں بہم دیکھتے ہو تم
زندہ کھڑے ہیں دیو ڈرہم دیکھتے ہو تم اٹا نہیں یہ دشت ستم دیکھتے ہو تم

ہو مہمن علی کے جو آنے سے یاس ہے

عباس مر گیا نہیں تم سب کے پاس ہے

فراچکے ہیں کبیر کو سب کیلئے امام ہوگی مجھے نہ تم کو سرائے جہاں میں شام
 بیٹے وہ ہیں بلند رکھیں جو پدر کا نام تب مطمئن ہوں جب مرے آگے تم آؤ کام
 رہجاء راہ میں نہ کہیں بیکراہ ہوں منزل پہ تم پہنچ لو تو میں بھی سوار ہوں
 سن سکے یہ جو ہوتے تھے وہ شیر حملہ در لغزوں سے گونج اٹھتا تھا صحرائے خطر
 ضربوں سے تھر تھرتے تھے روح الامیں کے گرتے تھے پائے شاہ تک کر ادھر کے سر
 وہ تھلکہ تھا شیر و کی جرات نمائی سے مرے بھی مانگتے تھے پناہ اس ٹائی سے
 منظور اب اس جگہ یہ نہ ہوتا جو اختصار لیتا زباں کلک سے میں کار و ذوالفقار
 دن بولتا صریح قلم سے ہزار بار آجانی کھینچ کے بزم میں تصویر کارزار
 لو چھوڑتا ہوں واقعے سب گیدوار کے بس مختصر ہے مرگئے لاکھوں کو مار کے

شہادت انصار و اقربا کے بعد

حضرت کا غم میں اٹک بہنا کہوں میں کیا مقتل کو بیٹے ہوئے جانا کہوں میں کیا
 گر گر کے سر پہ خاک اڑانا کہوں میں کیا لاشے اٹھا اٹھا کے وہ لانا کہوں میں کیا
 غش پر غش آ رہے تھے دم یاں آپ کو تمہارے ہوئے تھے اکبر و عباس آپ کو

جا کر ہر ایک لاش کو لائے جو تھے امام
مقتل کی گردن پہ تھی پُر خوں قبا تمام
جائے ہوئے تھے سب کئی شریکے وہ نیک نام
سوتے تھے خاک پر شہدائے فلک مقام

زخموں کے امنوں کو نہ حاجت رفو کی تھی
اُن گورے گورے چہرے پہ چادر لہو کی تھی
سینوں پہ ہاتھ سامنے پھینکا ہوئے قدم
کچ گڑبیں تھیں خاک پہ رخسار تھے ہم
بہرے پھرے ہوئے طرف قبلہ حرم
آنکھیں تھیں نیم باز کہ نکلتے تھے ان سے دم
باب ایم جو سب پہ تھے یکساں کھلے ہوئے

کچھ کچھ تھے مسکرانے میں مذاں کھلے ہوئے
زخموں میں تھی بھری ہوئی اُس بن کی زینہ خاک
خاک ریاض خلد تھی انکی جو خاک پاک
زخمت بدن سمیت سب اعضا تھے چاک چاک
ہمکا تھا بوسے خوں سے بیابان ہونا گ

انصار اور ہر پڑے ادھر آل رسول تھے
چکر حسین لائے تھے ایسے وہ پھول تھے
کیا کیا ابھی تھا نصرتِ سرو کا آنکھ جوش
منت امام کی تھی کہ سرہیں یہ بارِ دوش
یا اب سرو کی فکر نہ مطلق تنوں کا ہوش
کچھ تو منا اجل سے جو ایسے ہوئے خموش
بشاش و سرخرو تھے یہ لب کھولتے نہ تھے
حضرت سب بتارتے تھے وہ کچھ بولتے نہ تھے

چلا رہے تھے آپ کے یار و بس اب اٹھو
پھر سر خدا کی راہ میں وار و بس اب اٹھو
نوحہ تھا اقربا پر کہ پیار و بس اب اٹھو
لو پھر سلام تن پہ سنو و بس اب اٹھو
کیوں ملتی ہیں دل کے آئینے تھنے ہوئے
پھر جاؤ نہ مگاہ میں دولہا بنے ہوئے

جاتی تھی اہل بیت بنی تک فغان شاہ ماتم کا داں بھی غل تھا کہ ملتی تھی خمیر گاہ
 ڈیوڑھی سے نکلی آتی تھیں رائدین اُس گاہ کھرام وہ مچا تھا کہ امٹر کی پناہ
 یوں در پیستے تھے حرم سر امام کے
 رہ رہ کے اٹھ جاتے تھے پستے خیام کے
 نالہ کسی کا تھا کہ برادر گزر گیا نوحہ نہیں تھا رات کا بیاہا بھی مر گیا
 نالاں کوئی پھر بھی تھی بھیتجا کہ مر گیا چلائی تھی کوئی مرا پایا پسر گیا
 وہ تھلکہ تھا خمیر شاہ حجاز میں
 طوفان سے حیرت ہو تلام حجاز میں

فوج یزید کی نئی کمکت اور حضرت عباس کو ٹوکنا

یاں تو یہ واقعے ہیں سنو حال زخم گاہ اب بندوبست لو میں لڑنے کی اور راہ
 کوفہ سے تازہ دم کئی لاکھ آئی ہے پناہ سب جن میں اپنے وقت کے رستم ہیں پناہ
 امروہ دو ہیں ایک سے بوخت ہے ایک
 مار دے ایک معتب عبد القم ہے ایک
 لشکر چھان میں نصف جو مارو کے پام قزاق بھی بلا کے ہیں وہ لطفہ حرام
 غدار و پڑ فریب کہ ملکوں میں جن کا نام تاراج سب کئے ہوئے اقلیم روم و شام
 قتل ہے فوج ابن زیاد پیسہ کی
 لڑتے ہوئے ہر ایک رسالیں یزید کی

ان سب بندوبست مہیا پہ ہے ادھر
لڑنا ہے جن کے خوف سے سب لشکرِ عمر
مغرب کی فوج اُدھر ہے کہ جتنے ہیں شہر
گردانِ دیو قد کے وہ تیغے کہ آنکھ

حملہ قریب تر ہے محمد کے لال پر

بیڑا اٹھا کے آئے ہیں فتحِ جلال پر

لو اور کیا شام سے لشکر اٹھی گھٹا
اب پیادوں کی حد نہ سواروں کی اتنا
پھیلا اُمنڈ کے فوج کا دریائے پر ہلا
جمع سے کس گیا ہے بیابانِ کربلا

بڑھنا کہیں کسی کو نہ ہٹنا نصیب ہے

چھانٹے گی جو یہ فوج وہ بجلی قریب ہے

اکبر سے کہہ رہے ہیں ادھر شاہِ کشن لب
جو ان سے لڑنے والے تھے مائے گئے وہ سب
بیٹا یہ کس پہ ہے یورشِ فوج بے ادب
بیکس پہ کیا ضرورت تھی لشکر کشی پھر اب

مہلت نہ اتنی دی کہ منہ اُس کو نہ دھو تو لو

لاشوں کو دفن کر نہیں سکتا ہوں رُتو ہوں

تم کو جو دہل رضا تو ہو عباس کو ملال
جاؤں میں خود تو رو کو گئے دونوں بھگے کمال
بھیجوں انھیں تو ج نہ سکے لشکرِ ضلال
کھڑا ہوں تو لوٹ لیں خیمے کو بندھال

اذنِ جہاد دونں تمھیں یا خود و غا کروں

کچھ کوئی بات بن نہیں آتی ہے کیا کروں

اکبر نے کی یہ عرض کہ بودے ہیں نابکار
اس گھر کا ایک طفل نہ یہ اہل تکیں ہزار
معلوم ہو بڑھے جو کوئی یاں جاں شمار
جب ن پڑا ہے بھاگ گئے ہیں دغا شمار

اب تو ہی کہ ہٹنے نہ دوں فوجِ شام کو

حضرت بھی اور چاہی بھی ضار دیں غلام کو

کیا انکی ہست و بود ہے کیا انکی کائنات
جنگ آج کی یہ اور شب ہفتہ کے اوقات

یہ رحم آپ کا ہے کہ زندہ ہیں بد صفات
تغیر ہیں کیا یہ خیر کو بڑھے ہیں ہنہال کے
سب بھاگ جائینگے ہیں تلواریں ڈال کے

عباس بولے بڑھ کے یہ بادیدہ پر آب
لازم نہیں رضا طلبی میں یہ اضطراب

آؤ نہ تم جلال میں اے شر کے آفتاب
ہو لینے دوا بھی کسی خادم کو بہر یاب
بڑھ آنے دو سزا بھی وہ بڑھنے کی پائیگے
آتے ہیں اپنے پاؤں سے خود بھاگ جائینگے

یہ ذکر تھا کہ شہ کو پکارے کچھ اہل نور
رہنے سے کیلے گا لڑائی ہے اب ضرور
پایا مزا بگاڑ کے حاکم سے کیوں حضور
دور آپ ہم سے ہیں اجل آپ سے ہے دور

گھوڑے اٹھے ادھر سے کہ ضر ہیں راہ ہوئیں
لاشوں کا تو پتہ نہ ملے گا کہ کیا ہوئیں

عباس نامور کا ہم آئے تھے سن کے نام
اس شیکو لڑکی تھی کہ ظلمت میں فہج شام
اب تک وہ بڑھے یہ تعجب کا ہے مقام
اب دن کو معرکہ ہو کہ دیکھیں تو خاص عالم

آئے ہیں دور دور سے جو یائے نام ہیں
ہونے نہ دینگے رات و ہم اہل شام ہیں

اچھا معروں سے ادھر کے اگر ہے ڈر
جو کہیں گے جس کچ بڑھ کے وہی ہوگا حملہ و
لڑکے بھی یاں ہیں ساتھ لڑیں گے بخطر
دخل اور کونہ ہوگا لڑائی میں کچھ ادھر

وہ بیچ میں مقام ہے جنگ آزمائی کا
بس فیصلہ اسی پہ ہے آج اس لڑائی کا

برہم ہوئے یہ سنتے ہی شاہ ملک خصال اکبر بھی جوش غیظ میں تھرا گئے کمال
غصے میں لال ہو گئے عباس خوش خصال سر سے دھواں نکل گیا اللہ سے جلال

پر خوں غضب میں ہو گئیں نظریں لیری
آنکھیں ہوا تر کے ابل آئیں شیر کی

خود چند گام بڑھ کے پکارے امام دیں سر لوٹتے پھر نیٹے خیر دار بس وہیں
حاکم تمھارا کیا ہے وہ مردود بد لہتیں کثرت یہ کیا ہے فوج کی کیا ہیں یہ اہل کیں

چاہوں ابھی تو بچکے نہ قابو سے جا سکو
ہاتھ اٹھ سکیں نہ مجھ پہ نہ گھوڑے اٹھا سکو

جرات تمھاری دیکھ لی جیسے ہو تم دلیر فوجوں کو بھلا گئے ابھی گزری نہیں ہے درے
مارے گئے ہیں مار کے لاکھوں کو یاں کے شیر گن جو گن سکو کہ ہیں لاشوں کے کتنے ڈھیر

کشتوں کے سر جدا ہیں شہر سے ہیں تن جدا
بچوں کے دن جدا ہیں جوانوں کے دن جدا

سنتے ادھر وہ ہیں جنھیں بتے ہوئے حصول گنگوں ہیں تن ریاض شہادت کے سب ہیں بھول
یوں دن ہیں سرکھٹ ہیں کہ راضی ہوئے رسول دربار کردگار میں نذریں ہوئیں قبول

سوتے ہیں جلتی دھوپ میں جانیں سٹپے

رحمت خدا کی سب پہ ہے سایہ کئے ہوئے

حافظ اب ان کا وہ ہے کہ جسکے ہیں عبد پاک جاو ادھر تو قمر کے دیبا میں ہو ہلاکت
پھٹ کر زمیں کرے ابھی تم سب کو غرق خاک نازل کروں سروں پہ عذاباں ہوتا ک

سب کچھ ہے اختیار میں گو تشنہ کام ہوں

بس خیر اسی میں ہے کہ درو میں امام ہوں

تم اور خیال جنگِ علمدار حق شناس ثابت ہوا ابھی سے اہل ہے رشتے پاس
ہم روکتے نہ رہتے جو امت کا کر کے پاس ہوتے نہ تم جہاں میں وہ فوج بے قیاس

موت آئی یہ ہوس نہیں جنگِ آزمائی کی

کیوں شرط ہے رضا انھیں دیڈیں بڑائی کی

کم عمر بھی ہیں ساتھ جو داں بہر گرو دار کمدوستے رہیں دم آغاز کار زار
وہ اور جدال ضیغم ضرغام کردگار ان سے تو جنگ ہے علی اکبر کا ننگ عار

پالا تھا جن کو گود میں سکتے چر کر چکے

بچے ہم اپنے لائیں کہاں سے کہ مر چکے

فرما کے یہ جو شاہ کی آنکھیں ہوئیں مرآب عباس خیمہ گاہ کو چھپے باضطراب

اکبر لے سوئے گنج شہیدان کیا خطاب کیا سو رہے ہو عیون و محمد اٹھو شباب

آؤ روا رکھو نہ جوانوں کے ننگ کو

ہم سن تمھارے آئے ہیں ہم سب جنگ کو

مسلم کے لاڈلوں کے بھی کمد کہ جلدائیں رکھ لیں ہماری آنکھ نشانِ غاد کھائیں

روکو ادھر حریت تمھارے ننگے پائیں لڑکوں پہ جاؤ تم تو جوان پہ ہم بھی جائیں

کس وقت پر اہل تھیں آئی بہادر

لڑو یہ ایک اور لڑائی ہسادہ

رہے یہ کہہ کے اکبر مر و کمال تر پٹے ادھر حرم سے علمدار نامور

اس شان سے کہ ساتھ تھا وہ چاند سا پسر مادر نے جکی خیمہ میں بندہوائی تھی کمر

نصرت پہ شہ کی جان دسر اپنا تیج ہوئے

چھوٹے سے سب سلاح بدن پر سجے ہوئے

عباسِ تاور کے وہ بچپن کی چھوٹی دھال قبضے میں نیچہ بھی وہی غیرتِ ہلال
خود وزرہ وہی وہی دستا نے بمثال رعبِ نظر وہی وہی تیور وہی جلال
چلنے میں جھوم جھوم کے سارا چلن ہی چتون وہی نگاہ وہی بانگین ہی
ستِ مختصر یہ حالِ علمدار ذی شتم لائے ہیں رو کے متکبرِ سکینہ بدر و غم
جب سے انھیں بھی ٹوک چکے ہیں بد شیم گویا لے رہے ہیں پر نہیں ہوتا جلالِ کم
اس غم سے اب سما کوئی غم جاگل نہیں وہ شیر آپ میں نہیں قابو میں ل نہیں
گھبرا کے بولے سیدِ عالم کہ ہائے ہائے عباس اپنے لال کو تم کیوں حرم سے لائے
آماہ کسٹم ہیں وہ سرکش سے جمائے میں کیا کروں خدنگ جو کوئی اُدھر سے آئے
بیکا ہو بال کر کہیں اس نورِ عین کا چھد جائے تیر غم سے کلیجہ حسین کا
ستے ہی یہ سپر کو اشارہ ہو کچھ کیا قدموں پہ گر پڑا شہ دیں کے وہ ملقا
سینے سے شہ نے رو کے لگایا تو یہ کہا آقا ملے غلام کو اب رخصت و غنا
رو مال آنسوؤں سے بھگویا نہ جائے گا اماں کے ساتھ بیٹھ کے رویا نہ جائے گا
نوجہیں حضور پر ہیں صفتِ آرا نہ جائیں ہم کنبہ تمام ہو گیا سارا نہ جائیں ہم
سب نے سروں کو آپ پہ دارا نہ جائیں ہم بابا کو نام لیکے پکارا نہ جائیں ہم
پیدا علی سے گھر میں ہوئے کیوں بھکے رہیں دادا کہیں لکے ہوں تو ہم بھی رکے رہیں

اس ٹوکنے کا داغ وہ دل پر ہے یا امام جکی دو اسے خون سران سپاہ شام
 جو منہ سے کہہ رہا ہے کر گیا وہی غلام تلوار سے جواب کے قابل ہیں وہ کلام
 ہم کو بھی اور پدر کو بھی سر بار دوش ہیں
 کچھ ان پہ تنگی ہے کہ بابا خموش ہیں
 یاں سے ابھی گئے تھے جو با حالت تباہ تلوار کھینچے پھرتا تھا میں گرد بانگاہ
 فرمایا مشکلوں سے چلو رو رہے ہیں شاہ روتا ہے ان سے ہم نہیں ڈر سکتے جن کے آہ
 میں نے کہا وہ کون ہیں دشمن جناب کے
 کچھ کہہ سکے نہ رگئے ہونٹوں کو جناب کے
 غیمے میں پٹیتے تھے حرم بل رہا تھا گھر روتا ہے کون کچھ انھیں مطلق نہ تھی خبر
 شہیں اگر پھر بھی نہ دلائیں ہجرت رخصت کا ذکر کیا کہ نہ جاتے قریب در
 بی بی کوئی بڑھی کوئی گہرا کے ہٹ گئی
 روئے تو تب جب آ کے سکینہ لیٹ گئی
 پھیرے تھے سب کی سمت چہر لہجہ حجاب رخت تھی سلب تھا وہ طبیعت کو انقلاب
 پر سا دیا کسی کو نہ تسکین اضطراب لے لی سکینہ جان سے خالی یہ مشک آب
 اک حشر تھا جدا جو نہ ہوتے تھے ساتھ تھے
 دامن چھڑا کے آئے ہیں بچوں کے ہاتھ سے
 رونے لگا یہ کہہ کے جو فرزند ذی شعور عباس بولے اس کو اجازت ہو اب ضرور
 پیاری سکینہ جان سپہر پیاس کا دفور دیجئے یہ خشک ہنر سے بھر لائے گا خنور
 اس وقت میں خموش تھا لڑکے سے اب نہیں
 نو عمر کیا جوان دامن ملے سب لڑیں

کس نے ہر نگاہ تو بد میں کوئی ملائے
بجلی گرے تو منہ پہ یہ سچہ سپر نہ لائے
تینوں سے رخ کئے مگر ابد پہ بل نہ آئے
جھپکے نہ اسکی آنکھ جو دیدے پہ تیر کھلے

لڑنے میں ضرب بگڑ گراں سر گراں نہ ہو

بر چھا پڑے جگر پہ تو دل کو تمکاں نہ ہو

خادم کو تو اجازت میاں سے ایسے پاس
جو حکم جو رضاے شہنشاہ حق شناس
کس کام کا میں کام جب یا نہ کوئی پاس
لے کاش ہوتی آج نہ تلوار میرے پاس
وہ مجھے جنگ کا ہیں امداد کئے ہوئے

کس جا چھپوں حضور کا رایت لے ہوئے

پیشوں کہاں یہ تیغ کدھر ڈالوں سپر
کیسی گھڑی و سخن تھی باز بھی تھی جب کمر
اس سانچے سے کون مصیبت سے سخت تر
تو کا مجھے اور ان کے سلامت ہیں تن پہ سر

دیوار و درے تو مردوں سر کو پھوٹ کے

پھینکو زرہ کو پھاڑ کے مغفر کو توڑ کے

جب آج لڑنے والوں میں میرا نہیں قصور
حربے فقط دکھانے کے مجھ کو نہیں قبول
چار آنہ سے یکتر و جوشن کیا ہو
کیا کوئی زخم کھانا ہے دستانے میں قبول

اب تک ہوا نہ فرم سے یہ پوشش غم نہ ہو

چہرے پہ چاہئے مجھے برقع جھلم نہ ہو

رحمت نہ دیتی آپ کی گرجا است کلام
یوں بڑھ کے بولتے بھی دلیران فوج شام
لے دئے بے بسی مری عبرت کا ہے مقام
گر ڈانٹوں ابھی تو جگر پھٹکے ہوں تمام

تینوں کے ساتھ پھینک دینے کا تو ہی

رستہ نہ کہتے بھاگنے والوں کو تو ہی

کہتا ہوں تو بہ کہ کے بڑا بول ہے برا رکھڑوں سلاح کھول کے پیشِ شہِ ہدرا
 حربہ نہ کوئی پاس ہو پھر اس کے ماسوا سب کس کے باندھ دیجئے خادوم کے دستِ دہرا
 اس حال میں بھی ان کے لئے کم نہ جانئے
 پھولیں مجھے وہ بڑھ کے تو ضعیف نہ جانئے
 بالعرض بڑھ سکیں بھی تو ان کی جدال کیا جانے دوں پھر کسی کو بھی بے انفصال کیا
 ایسوں سے جنگ میں یہ زور کیا یہ ڈھال کیا تلواریں میرے جسم کو کاٹیں مہال کیا
 روکوں نہ وار تک کسی خانہ خراب کے
 تینوں کے منہ بگاڑ دوں انہوں کے چاب کے
 قسمت کھا رہی ہے زمینے کا انقلاب ورنہ حضور اور مجھے کرتے نہ کامیاب
 بابا جو ہوتے آج تو ہنگام اضطراب یوں مجھ کو وہ بھی رکتے کیوں لے فلکِ جناب
 دولت ہو کچھ ہو تاج حکمِ امام ہوں
 اب آپ باپ کی ہیں جگہ میں غلام ہوں
 پائے تھے ہاتھ تیغ زنی کیلئے حضور یا اس لئے کہ سینہ زنی چاہئے ضرور
 ان بازوؤں کا قطع نہ ہونے سے ہر ہتھور اچھا ہے رستوں میں جو باندھے سپاہِ زور
 بلوائے پر گیا تھا میں ظالم کے سامنے
 اب ہاتھ بندھ کے جاؤ گا حاکم کے سامنے
 میدان سے لاشے لٹنے میں گزری ہے وہر روزا ہے ہائے اور ابھی پیٹ پیٹ کر
 کیا جانے سناں سے چھپے کون سا جگر نینجر کے نیچے کون گلہ ہو یہ کیا خبر
 مایوس ہوں نفیوں سے نصرت میں کد مجھے
 دیکھوں گا جو دکھائے گی تقدیر بد مجھے

ناخوش ہیں تھوڑی دیر کو کیوں قبلہ ام بس اب مری حیات کا وقفہ بہت ہے کم
 فوجوں سے لڑ کے مرنے کا گر تو کیا الم ہے کام کر چکی مرے دل کا سپاہِ غم
 زندہ نہ آپ جانے گو ہم کلام ہوں
 موت اس طرح نہ آئی تو یوں بھی کام ہوں
 لاشے اٹھانے جاتا تھا جب ن میں بار بار وہ حال غم سے تھا کہ جو ہر وقت اختصار
 اب جسم میں نہ روح سمجھے نہ جان زار گرمی ہو کی باقی ہے کیا اس کا اعتبار
 ضبط فقاں سے زلیست کر یہ کوئی دم ابھی
 گرم نہ سہاوت کروں تو نکلے دم ابھی
 کیا وقت بد وہ ہوگا دہائی ہے یا اللہ حضرت کے بعد جبکہ لے گی یہ بارگاہ
 سیدانیوں کے گھر میں درائیں گے رویاہ جلتے ہوئے خیام کو دیکھو نگا آہ آہ
 بھاگوں گا میں بھی ہے غضب میں بھاگ میں
 اپنے کو آپ جا کے گرا دوں گا آگ میں
 یہ کہہ کے گر پڑے جو قدم پر بعد ملال روئے گلے لگا کے شہنشاہ خوش خصال
 آئی صدائے شہر خداوند ذوالجلال پیارے حسین دوا نہیں اب نصرتِ جلال
 ہونے دو کچھ مزا یوش اہل شام کی
 خاطر ضرور چلے اپنے غلام کی
 عباس نے کیا ہے بلا تک وہ آج صبر جو اختیار پر نہیں ممکن ہر اک سے جبر
 تو کہیں وہ ہے غضب نہ ہو جیسے مرگے قبر تم دیکھتے ہو آپ میں بھی ہے مرا ہزبر
 خون ان کا دیکھ لینے دو تب ہوش آئے گا
 جلنے اگر نہ دو گے تو دنیا سے جلے گا

اس ضبط و غیظ و قہر کی گرہ تو یہ دوا لڑے بخار دل کا نکل جانے دو ذرا
 چار آنکھ کر کے بات کبھی کی تھی میں فدا حال اور اب ہے تم سے جو ایسا گلہ کیا
 کچھ ہوش میں کہا نہیں بے اختیار ہے
 بیٹا برا نہ مانیو خدمت گزار ہے
 یاں اس جدال کا ہے فرشتوں کو انتظار حربے عقاب کے ہیں لئے ہراہل نار
 موقوف اس کے قہر پہ ہے ہنس کر دکار سب ہیں صفیں جمائے ہوئے مستور بکار
 تکلیف ہے رسول خدا سے کریم کو
 روکے ہوئے کھڑے ہیں عذاب الیم کو
 بولے یہ نیک حکم پدر شاہ ذی وقار بابا کریم پہ آپ کے شبیر ہو شمار
 سب سے بجا جو کہتے ہیں عباس نامدار بھونکا قبر تک نہ وفا ان کی زینہار
 شکوہ نہیں اٹھاتے ہیں غم میرے واسطے
 سہتے ہیں اور ہمیں گے الم میرے واسطے
 رخصت میں ابھی تھے کئی تنویق کے سبب آدل یہ گو تھے بیٹوں سے پیارے عزیز سب
 لیکن تھی انکے پیارے نسبت کسی کو کب جیتا میں چھٹ کے ایسے بلادر سے ہے غصہ
 قوت تھی دل کی قوت بازو کے ساتھ سے
 توڑی گئی نہ اپنی کمر اپنے ہاتھ سے
 اور دوسری یہ وجہ ہے یا شاہ عرش جاہ پانی کے مہتم ہیں یہ پانی نہیں ہے آہ
 سب کی انھیں کی کوشش دہشت پہ ہے بچاؤ زندہ اسی امید یہ بچے ہیں بے گناہ
 کچھ اپنے تو پھر انھیں کیسا ہراس ہو
 در تھا کہ مرنہ جائیں جو پانی سے یاں ہو

باعث یہ تیسرا تھا کہ ہے عہدہ علم سر کردہ سپاہِ خدا ہے یہ ذی حشم
پہلے ہی بھیجتا جو سوئے لشکر ستم ہو جاتی کس قدر مرے لشکر کی شان کم

سوچا تھا میں کہ اور جدائی کا وقت ہے

اکبر کے بعد ان کی لڑائی کا وقت ہے

چو تھی یہ وجہ ہے کہ پس از ترغوش نہاد بعد ایک کے تھا ایک کا کچھ سخت تر جہاد
قبل اُن کے کہ جو حرب کی میدان میں تھے دا ہوتی پھر انکی جنگ سے کس کی وغا زیاد

برہتا عروج اور نہ تیغ آزمائی کو

ہاں آپ ہوتے یا میں نکلتا لڑائی کو

ہے پانچویں یہ بات کہ سب اہل کے پہلاں ڈرتے ہیں انکے نام سے بھرتے ہیں نشان

جب ہو لیا یقین نہ لڑیگا یہ نوجواں تب حملہ در ادھر کو ہوا لشکر گراں

منا خود انکو لطف نہ جنگ آزمائی سے

سبک یونہی بھگا کے پھرتے لڑائی سے

اور اس کے ماسوا یہ چھٹا بھی تو تھا خیال بالفرض بھاگتے نہ یکا یک وہ بڑھال

آتا کوئی فنگ ہی واں سے دم جہال بچتا نہ بھاگنے سے یہ پھر لشکر ضلال

رہتا کبھی نہ ہوش انھیں قتل عام میں

کو فہ میں نام مرد کا ہوتا نہ شام میں

۸۲۵

باقی نہ رہتے تیغ سے انکی جب اہل جوہر پھر امتحان صبر کا میرے تھا کون طور

باقی نجات امت جد کیجئے تو غور دریا کا سا توں یہ بکھے دھڑلہ تھا اور

ضد ہے مقدرات سے صل یہ جاننے

نہ دربا تو پھین لیں گے مگر خود نہ آئیں گے

یہ مرثیہ ۸۲۵ بند تک پہنچا تھا کہ صفت کا انحال ہو گیا

صفدر آہ کی علمی تصانیف

صفدر آہ کی یہ تنقیدی تصنیف اشاعت کے پہلے ہی
فردوسی ہند سال میں بمبئی یونیورسٹی کے ام۔ اے کے نصاب
میں داخل ہو چکی ہے۔ نیز یو۔ پی کی حکومت نے اس پر انعام بھی دیا ہے۔ فارغ کے
مطالعے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ سید ضروری ہے۔ مرثئے کے فن پر
آج تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔

عام ایڈیشن - ۲/۱ روپیہ
لائبریری ایڈیشن ۳/۵۰ روپے
دنیا کی کسی بڑی سے بڑی علمی زبان میں بھی فلسفہ الہیات پر
نویہ نو اس پائے کی نظم شاذ و نادر ہی مل سکے گی۔

قیمت - ۱/۱ روپیہ
صفدر آہ کی ترقی پسند نظموں کا مجموعہ جس میں بلوغ فکر اور
گلبن شعور فن دونوں مجتہدانہ سطح پر نظر آتے ہیں۔

قیمت ۱/۵۰ روپیہ
ہندوستانی ڈراما یہ کتاب نیشنل بک ٹرسٹ چھاپ رہا ہے۔ ہندوستانی
ڈرامے پر آج تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔
(زیر طبع)

کتاب کردہ ۱۳۰ و الکیشور روڈ بمبئی ۶

مدرسہ مدرسہ پبلشرز یونیورسٹی پریس ۲۲ نورجی سین ٹھاکر واد میں چھپو کر کتابد ۱۳۰ و الکیشور روڈ بمبئی شائع